جلد ۱۸ | تبوک ۱۳۵۶ھش | شمارہ ۹

ستمبر ۱۹۷۷ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ اشتراک

پاکستان — دس روپے
بیرونی ممالک ہوائی ڈاک — اسی روپے
بیرونی ممالک بحری ڈاک — چالیس روپے

قیمت فی پرچہ ھذا — ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماھنامہ ربوہ

انصار اللہ

تبوک ۱۳۵۶ ہش

ستمبر ۱۹۷۷ء

رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ

ایڈیٹر
سید عبد الحیٔ

قیمت سالانہ
دس روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

فہرست مضامین

پبلشر .... چوہدری محمد ابراہیم
مطبع .... ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام .... دفتر ماہنامہ انصار اللہ
اشاعت .... دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۸　　ماہنامہ انصار اللہ ربوہ　　شمارہ ۹

— (تبوک ۱۳۵۶ ہش) —

چند مسنون دعائیں

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۶ دسمبر ۱۹۷۶ء کو جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ کے افتتاح کے موقعہ پر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی چند مسنون دعاؤں کا انتخاب فرما کر جلسہ کے جملہ حاضرین کے ساتھ دعا کرنے کے لئے حضور کی تھیں۔ جو احباب جلسہ میں موجود تھے وہ جانتے ہیں کہ یہ دعائیں کس خاص جذب تضرع اور ابتہال کے ساتھ ایک نہایت ہی روح پرور اور سکینت بخش ماحول میں ہوئی تھیں۔ یہ دعائیں ہماری اجتماعی اور انفرادی ضروریات کے بہت مناسب ہیں۔ ہر احمدی کو چاہیئے کہ وہ ان دعاؤں کو یاد کر کے اپنی نمازوں میں انہیں دہراتا رہے۔

حضور نے فرمایا:۔

سورۃ فاتحہ کی قرآنی دعا کے بعد میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی چند دعائیں اِس وقت کروں گا۔ دوست آمین کہتے ہوئے یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو ہمارے حق میں بھی کہ جو آپؐ کی امت میں آتے ہیں قبول کرے۔ ہمارے ایک بزرگ عالم اور مصنف اور جہاں تک انسانی نظر کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے جلال الدین السیوطی کے نام کے ہوئے ہیں ان کی ایک کتاب الجامع الصغیر ہے۔ جس میں انہوں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت سی دعائیں لکھی ہیں۔ ان میں سے چند دعاؤں کا انتخاب میں نے اس افتتاح کے لئے کیا ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ مَنْ اٰمَنَ بِكَ، وَشَهِدَ اَنِّيْ رَسُوْلُكَ، فَحَبِّبْ اِلَيْهِ
لِقَاءَكَ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ قَضَاءَكَ، وَاَقْلِلْ لَهٗ مِنَ الدُّنْيَا، وَمَنْ
لَّمْ يُؤْمِنْ بِكَ وَيَشْهَدْ اَنِّيْ رَسُوْلُكَ فَلَا تُحَبِّبْ اِلَيْهِ لِقَاءَكَ
وَلَا تُسَهِّلْ عَلَيْهِ قَضَاءَكَ وَكَثِّرْ لَهٗ مِنَ الدُّنْيَا۔

اے اللہ جو شخص تجھ پر ایمان لائے اور شہادت دے کہ مَیں تیرا رسول ہوں تو وصل ولقا اس کی نظر میں محبوب کر دے اور اسے راضی بقضا رکھ اور اسے قناعتِ نفس عطا کر لیکن جو شخص تجھ پر ایمان نہ لائے اور یہ گواہی نہ دے کہ مَیں تیرا رسول ہوں تو نہ اپنی لقا ہی اس کے نزدیک پسندیدہ بنا اور نہ اپنی قضاء و قدر ہی اس پر آسان کر البتہ دنیا کی خواہش اسے دے اور اس دنیا میں اسکی خواہش کو پورا بھی کر دے

اسی طرح آپؐ یہ دُعا فرماتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِیْ اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ۔

اے میرے اللہ مَیں تیری رضا کی خاطر اسلام لایا۔ اور تجھ پر ایمان لایا۔ میرا توکّل اور بھروسہ تجھی پر ہے مَیں تیری طرف ہی جھکتا ہوں اور تیری قائم کردہ حدود کے اندر دوسروں سے میرا مقابلہ ہے نفسانی خواہشات کے نتیجہ میں میری کسی سے مخاصمت نہیں۔ اے میرے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھے تیری ہی عزّت کا واسطہ مجھے گمراہی سے بچا تو ہی زندہ ہے تجھ پر کبھی موت نہیں آئے گی۔ اور جن و انس سب ہی جاندار مرنے والے ہیں۔

اسی طرح نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَسَارِیْ نُوْرًا وَمِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا وَمِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا وَمِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِیْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا

اے اللہ میرے دل کو اپنے نور سے بھر دے، میری زبان کو حسنِ بیان عطا کر، میری آنکھوں کو نورِ بصیرت اور نورِ بصارت دے اور مجھے حسنِ سماع کی توفیق عطا کر۔ میرے دائیں اور میرے بائیں میرے اوپر اور میرے نیچے نور ہی نور پیدا کر دے۔ میرے آگے اور میرے پیچھے نور ہی نور ہو۔ میری روح کی گہرائیوں میں تیرا نور ہی موجزن رہے۔ مجھے بے حد نور عطا کر۔

اسی طرح ایک اور دعا انہوں نے الجامع الصغیر میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ لکھی ہے۔

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْکَذِبِ وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَةِ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ۔

اے میرے اللہ میرے دل کو نفاق سے، میرے عمل کو ریا سے، میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک کر دے۔ کیونکہ تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کی مخفی باتوں کو خوب جانتا ہے۔

اسی طرح آپ سے یہ دعا بھی مروی ہے

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِيَ الَّذِيْنَ يَأْتُوْنَ مِنْ بَعْدِيَ الَّذِيْنَ يَرْوُوْنَ أَحَادِيْثِيْ وَسُنَّتِيْ وَيُعَلِّمُوْنَهَا النَّاسَ

اے میرے اللہ میرے نائبین اور میرے خلفاء پر رحم کر جو میرے بعد آئیں گے اور میری باتیں اور میری سنت دنیا کے سامنے بیان کریں گے اور میری باتیں اور میری سنت ہی دنیا کو سکھائیں گے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ

اے میرے اللہ میں تیرے حضور میں ہم و غم اور بے بسی اور سستی۔ بخل۔ بزدلی۔ قرضے کے بوجھ اور لوگوں کے ناجائز تسلط سے پناہ چاہتا ہوں

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ وَإِسْرَافِيْ فِيْ أَمْرِيْ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ خَطَائِيْ وَعَمَدِيْ وَهَزْلِيْ وَجِدِّيْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اے میرے اللہ! میری خطا اور میری نادانی اور کاموں میں اسراف معاف فرما۔ اور ان باتوں کو بھی جن کو تو مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے۔ اے میرے اللہ! میری دانستہ اور نادانستہ میری سنجیدہ اور ناسنجیدہ ہر قسم کی لغزشوں کو معاف فرما دے۔ اے میرے اللہ جو مخفی اور ظاہر خطائیں مجھ سے سرزد ہو گئیں یا آئندہ ہونگی ان سے درگذر فرما۔ الٰہی تو ہی آگے بڑھانے والا اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے۔ اور تو ہر ایک عمل پر قادر ہے۔

اسی طرح آپ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ:-

اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا يُهَوِّنُ عَلَيْنَا مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا وَمَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ

دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا

اے میرے اللہ! ہمیں اپنی وہ خشیت عطا فرما جو ہمیں گناہوں سے روک دے اور اپنی وہ فرمانبرداری عطا کر جس کے ذریعہ سے تُو ہمیں اپنی جنّت میں پہنچا دے اور وہ یقین عطا کر جو دنیا کی مصیبتیں ہم پر آسان کر دے۔ اور جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہمارے کان آنکھ اور دوسری قوتیں سلامت ہوں اور ہماری نسلیں بھی تیری ان عنایات کی مستحق ٹھہریں۔ اور جو ہم پر ظلم کرے ہماری طرف سے تُو ہی اس سے انتقام لے۔ اور جو ہم سے دشمنی کریں ان کے خلاف ہماری مدد کر۔ اور ہمارے دین کے بارہ میں ہم پر کوئی مصیبت نہ ڈال اور دنیا کو ہمارا سب سے بڑا مقصد اور ہمارے علم کی انتہا نہ بنا۔ اور ہم پر کوئی ایسا شخص مسلّط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔

اسی طرح آپؐ یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ أَخْشَاكَ حَتّٰى كَأَنِّيْ أَرَاكَ وَأَسْعِدْنِيْ بِتَقْوَاكَ وَلَا تُشْقِنِيْ بِمَعْصِيَتِكَ وَخِرْلِيْ فِيْ قَضَائِكَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ قَدْرِكَ حَتّٰى لَا أُحِبَّ تَعْجِيْلَ مَا أَخَّرْتَ وَلَا تَأْخِيْرَ مَا عَجَّلْتَ وَاجْعَلْ غِنَايَ فِيْ نَفْسِيْ وَأَمْتِعْنِيْ بِسَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَاجْعَلْهُمَا الْوَارِثَ مِنِّيْ وَانْصُرْنِيْ عَلٰى مَنْ ظَلَمَنِيْ وَأَرِنِيْ فِيْهِ ثَأْرِيْ وَأَقِرَّ بِذٰلِكَ عَيْنِيْ

اے میرے اللہ! تُو مجھے ایسا بنا کہ تیری خشیت مجھے سب سے زیادہ عطا ہو گویا مَیں تجھے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے اپنے تقوےٰ کی سعادت بخش۔ مَیں تیری نافرمانی کر کے بدبخت نہ بنوں اور تیری جناب میں جو بہتر تقدیر ہے وہ میرے لئے مقدّر کر اور اپنی تقدیر میں میرے لئے برکت رکھ دے۔ یہاں تک کہ مَیں اس معاملہ کو جلدی نہ چاہوں جس میں تُو نے تاخیر رکھ دی اور نہ اس کی تاخیر چاہوں جسے تُو نے جلد کرنا پسند فرمایا اے اللہ مجھے استغنائے نفس عطا کر اور میری آنکھوں اور کانوں سے مجھے متمتع فرما۔ اور میری نسل کو بھی، اور جو مجھ پر ظلم کرے اس کے خلاف تو میری مدد فرما اور جو بدلہ تُو اس سے لے وہ مجھے بھی دکھا دے اور اس طرح میری آنکھ کو ٹھنڈک عطا فرما۔

اَللّٰهُمَّ اٰمِيْن

— (کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) —

عیدین اور جُمعہ سے بھی مُبارک دِن

" وہ دن کونسا دن ہے جو جمعہ اور عیدین سے بھی بہتر اور مبارک دن ہے؟ مَیں تمہیں بتاتا ہوں کہ وُہ دن انسان کی توبہ کا دن ہے جو ان سب سے بہتر ہے اور ہر عید سے بڑھ کر ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس دن وہ بداعمال نامہ جو انسان کو جہنّم کے قریب کرتا جاتا ہے اور اندر ہی اندر غضبِ الٰہی کے نیچے اسے لا رہا تھا دھو دیا جاتا ہے اور اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ حقیقت میں اس سے بڑھ کر انسان کے لئے اور کونسا خوشی اور عید کا دن ہوگا جو اسے ابدی جہنّم اور ابدی غضبِ الٰہی سے نجات دے دے۔ توبہ کرنے والا گنہگار جو پہلے خدا تعالےٰ سے دُور اور اس کے غضب کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ اب اس کے فضل سے اس کے قریب ہوتا اور جہنّم اور عذاب سے دُور کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ بے شک اللہ تعالےٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور ان لوگوں سے جو پاکیزگی کے خواہاں ہیں پیار کرتا ہے۔ اس آیت سے نہ صرف یہی پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ توبہ کرنیوالوں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی توبہ کے ساتھ حقیقی پاکیزگی اور طہارت شرط ہے ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے الگ ہونا ضروری ہے۔ ورنہ نری توبہ اور لفظ کے تکرار سے تو کچھ فائدہ نہیں ہے"

" احادیث اور کتبِ سابقہ سے یہی پتہ لگتا ہے کہ جب انسان گناہ کی موت سے نکل کر توبہ کے ذریعہ نئی زندگی پاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسکی زندگی سے خوش ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ خوشی کی بات تو ہے ہی کہ انسان گناہوں کے نیچے دبا ہوا اور ہلاکت اور موت ہر طرف سے اس کے قریب ہو عذابِ الٰہی اس کے کھا جانے کو تیار ہو کہ وہ یکایک ان بدیوں اور بدکاریوں سے جو بُعد اور ہجر کا موجب تھیں توبہ کر کے خدا تعالےٰ کی طرف آجاوے وہ وقت خدا کی خوشی کا ہوتا ہے اور آسمان پر ملائکہ بھی خوشی کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نہیں چاہتا کہ اس کا کوئی بندہ تباہ اور ہلاک ہو بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ اگر اس کے بندے سے کوئی غلطی اور کمزوری بھی ہوئی ہے۔ پھر بھی وہ توبہ کر کے امن میں داخل ہو۔ پس یاد رکھو کہ وہ دن جب انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔ بہت ہی مبارک دن ہے۔ اور سب ایّام سے افضل ہے۔ کیونکہ وہ اس دن نئی زندگی پاتا ہے اور خدا تعالےٰ کے قریب کیا جاتا ہے۔"　　(ملفوظات جلد ۷ ص۱۴۸، ص۱۴۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم عربی کلام

رَؤُفٌ وَرَحِیْمٌ صلے اللہ علیہ وسلم

رَؤُفٌ رَحِيْمٌ اٰمِرٌ مَانِعٌ مَعاً ۔۔۔ بَشِيْرٌ نَذِيْرٌ فِي الكُرُوْبِ مُبَشِّرٌ

لَهٗ دَرَجَاتٌ لَا شَرِيْكَ لَهٗ بِهَا ۔۔۔ لَهٗ فَيْضُ خَيْرٍ لَا تُضَاهِيْهِ اَبْحُرٌ

تَخَيَّرَهُ الرَّحْمٰنُ مِنْ بَيْنِ خَلْقِهٖ ۔۔۔ ذُكَاءٌ بِجَلْوَتِهٖ وَبَدْرٌ مُنَوَّرٌ

وَكَانَ جَلَالٌ فِي عَرَانِيْنِ وَبْلِهٖ ۔۔۔ نَخَى الفَارَ مِنْ اَنْفَاقِهِنَّ المُمْطِرُ

رَؤُفٌ رَحِيْمٌ كَهْفُ اُمَمٍ جَمِيْعِهَا ۔۔۔ شَفِيْعُ الْوَرٰى سَلّٰى اِذَا مَا اُضْجِرُوْا

اَلَا مَا هَرَفْنَا فِيْ ثَنَاءِ رَسُوْلِنَا ۔۔۔ لَهٗ رُتْبَةٌ فِيْهِ الْمَدَائِحُ تُحْصَرُ

○ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم انتہائی مہربان اور انتہائی رحم کرنے والے اور بیک وقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے وجود ہیں۔ آپ بشارتیں دینے والے بھی ہیں اور انذار فرمانے والے بھی اور دکھوں اور مصائب میں خوشخبری دینے والے ہیں۔

○ آپ کو ایسے بلند درجات حاصل ہیں جن میں کوئی آپ کا شریک نہیں۔ آپ کے خیر کا فیضان ایسا ہے کہ سمندر بھی اس کے مشابہ نہیں ہو سکتے۔

○ آپ کو خدائے رحمٰن نے اپنی مخلوق میں سے منتخب فرمایا ہے۔ آپ اپنے جلوۂ حسن میں آفتاب اور منوّر ماہِ کامل ہیں۔

○ آپ کی موسلا دھار بارش کے آغاز میں ہی ایسا جلال تھا جس نے چوہوں کو ان کے بلوں سے باہر نکال دیا۔

○ آپ شفیق و مہربان تمام اقوام کی جائے پناہ اور تمام مخلوق کے شفیع ہیں۔ اور جب کبھی وہ مصیبت میں گرفتار ہوں تو ان کو تسلی دیتے ہیں۔

○ سنو! ہم نے اپنے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تعریف میں کوئی مبالغہ نہیں کیا۔ انہیں تو وہ رتبہ حاصل ہے جہاں مدح عاجز آجاتی ہے۔

(کرامات الصادقین)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام

شانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

خواجہ و مر عاجزاں را بندۂ
بادشاہ و بیکساں را چاکرے

آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید
کس ندیدہ در جہاں از مادرے

از شرابِ شوقِ جاناں بیخودے
درسرشش برخاک بنہادہ سرے

روشنی از وے بہر قومے رسید
نورِ او رخشندہ بر ہر کشورے

آیتِ رحماں برائے ہر بصیر
حجّتِ حق بہرِ ہر دیدہ ورے

ناتواناں را برحمت دستگیر
خستہ جاناں را بہ شفقت غمخورے

حُسنِ رویش بہ ز ماہ و آفتاب
خاکِ کویش بہ ز مُشک و عنبرے

آفتاب و مہ چہ می مانند برو،
در دلش از نورِ حق صد نیّرے

- وہ آقا ہوکر عاجزوں کا غلام اور بادشاہ ہوکر بیکسوں کا خادم ہے۔
- جو شفقت خلقِ خدا نے اس سے دیکھی وہ کسی انسان نے اپنی ماں سے بھی کیا دیکھی ہوگی۔
- وہ محبوبِ ازلی کی شرابِ شوق میں ایسا بیخود ہے کہ اسکے عشق میں اس نے اپنا سر خاک پر رکھ دیا ہے۔
- اس کی ذات سے ہر قوم کو روشنی پہنچی۔ اس کا نور ہر ملک پر چمک رہا ہے۔
- ہر صاحبِ بصیرت کے لئے وہ خدائے رحمٰن کا ایک نشان اور ہر صاحبِ نظر کے لئے وہ حجۃ اللہ ہے۔
- وہ اپنی رحمت کے ساتھ کمزوروں کی دستگیری کرنیوالا اور اپنی شفقت کے ساتھ ناامیدوں کے لئے غم کھانیوالا ہے،
- اس کے چہرے کا حُسن آفتاب و ماہتاب سے بڑھ کر اور اس کے کوچہ کی خاک مشک و عنبر سے بہتر ہے۔
- سورج اور چاند اس سے کیا مشابہت رکھ سکتے ہیں اس کے تو دل میں حق تعالےٰ کے نور سے سینکڑوں آفتاب روشن ہیں

(دیباچہ براہین احمدیہ)

ازحضرت مولوی عبدالمغنی صاحب رض

حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی رضی اللہ عنہ

(مرسلہ۔ مولانا دوست محمد صاحب شاہد)

(قسط نمبر۲)

والد صاحب کی جانی اور مالی تکالیف کا معمولی سا نقشہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابھی جماعت کا نام احمدی جماعت نہیں رکھا تھا اس وقت کی بات ہے کہ وہ مسجد جس کے والد صاحب امام تھے، پیغامِ حق کی مخالفت کی وجہ سے لوگوں نے وہ مسجد چھیننی چاہی۔ آپ ہمیشہ صبح صادق سے پہلے شہر سے چل کر نیا محلہ والی مسجد میں تہجد اور فجر کی نماز پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ نیا محلہ نئی آبادی تھی اور اس وقت مسجد کے نزدیک بہت ہی کم آبادی تھی۔ اور صرف بمشکل دو تین نمازی آپ کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ جب آپ علی الصبح تہجد کے لئے مسجد میں داخل ہوئے تو رات کو ہی چند لوگ مسجد میں چھپ کر اسی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوں تو ایسی مار مارو کہ ان کا کام تمام ہو جائے۔ چنانچہ وہ سب برس پڑے اور والد صاحب کو خوب مارا حتٰی کہ یہ سمجھ کر کہ اب اس کا کام ہو گیا ہے آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صبح کے وقت کسی نمازی نے آپکو دیکھا اور گھر پہنچا دیا۔ والد صاحب چند یوم تک صاحبِ فراش رہے۔ صحت ہونے کے بعد آپ نے حکام سے مل کر زبانی اپنا معاملہ ان کے گوش گزار کیا۔ بوجہ علم وفضل سب آپکو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حکام نے مسجد کے متولی کے لواحقین کو بلا کر فیصلہ کیا کہ تمہارا بزرگ مسجد کا بانی خود تو حنفی تھا اور مولوی برہان الدین کو جو اس وقت اہلحدیث تھے اپنی زندگی میں امام مسجد مقرر کر گئے۔ اب چونکہ وہ فوت ہو چکا ہے۔ تو تمہارا کیا حق ہے کہ ان کو امامت سے علیحدہ کرو۔ ہاں مسجد کے ساتھ جو دو کانیں ہیں وہ تم لے سکتے ہو۔ چنانچہ وہ اس بات پر رضامند ہو گئے۔ دو کانوں پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔ اور مسجد کی امامت والد صاحب کے پاس رہ گئی۔ مگر اسی پر بس نہیں چند دنوں بعد مسجد کو آگ لگا کر جلا دیا گیا۔

آپکو معلوم ہونا چاہیئے کہ والد صاحب پہلے شہر کی مسجد میں جمعہ پڑھایا کرتے تھے جو ان کے بھائی مولوی نعمان صاحب نے بنوائی تھی۔ شہر جہلم کا ایک شخص الٰہی بخش جو بیت اللہ شریف کا حج کرنے گیا وہاں بیت اللہ شریف

میں اس نے رویا دیکھی کہ نیا محلہ میں ایک مسجد بنوائی ہے اور امام مولوی برہان الدین صاحب کو مقرر کیا ہے۔ جب وہ حج کرکے واپس آئے تو انہوں نے کہا مولوی صاحب آؤ میں آپ کو مسجد بنوا دیتا ہوں۔ جب وہ مسجد بنانے کے لئے مسجد کی حدود کا نشان لگانے لگا تو والد صاحب نے کہا کہ مجھے تو چھوٹی سی مسجد چاہیئے۔ اس نے کہا میں آپ کو مسجد بنا کر نہیں دے رہا بلکہ میں تو اپنی رویا پوری کر رہا ہوں۔ جو نقشہ میں نے لمبائی چوڑائی کا بیت اللہ شریف میں دیکھا ہے وہی تیار کروں گا۔ جب مسجد تیار ہو تے پر والد صاحب کو امام مسجد بنایا تو برادری اور دوسرے احباب اور دوستوں نے منع کیا کہ اس وہابی کو امام مت مقرر کرو۔ یہ تو یہاں بیٹھ کر سب کو گمراہ کر دے گا۔ اس نے کہا کہ میں نے بیت اللہ شریف میں انہی کو امام مقرر کیا ہے۔ میں ہرگز نہیں ہٹاتا۔ انہوں نے بھی تو خدا اور خدا کے رسول کا نام لیتا ہے۔

پس اس طریق سے مسجد کی امامت والد صاحب کے پاس آگئی تھی۔ اب مسجد جل جانے کے دو جمعوں پر نماز جمعہ کے بعد ایک شخص میاں نور حسین کو جو اہلحدیث ہونے کی وجہ سے آپ کے ساتھ عقیدت رکھتا تھا اور آپ کے ساتھ ہی نمازیں پڑھا کرتا تھا شہر والی جس مسجد میں خوجہ لوگ نماز پڑھتے تھے میں پیغام دے کر روانہ کیا کہ وہاں جاؤ اور جب وہ جمعہ کی نماز ختم کریں تو میرا پیغام دو۔ کہ مولوی صاحب نے کہا ہے کہ آپ کے بزرگ نے یہ مسجد بنوائی تھی اب یہ جل کر شہید ہو گئی ہے آپ اسے بنوا دیں۔ اور ثواب دارین حاصل کریں۔ مگر ان خوجوں نے دونوں جمعوں میں کوئی جواب نہ دیا۔ میاں نور حسین بڑا بارعب جوشیلا اور باغیرت انسان تھا۔ سہ بارہ جب یعنی تیسرے جمعہ والد صاحب نے میاں انور حسین صاحب کو پیغام پہنچانے کے لئے کہا تو انہوں نے عرض کیا مولوی صاحب مجھے تو شرم آتی ہے میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا نور حسین شرم تو مجھے آنی چاہیئے آپ کیوں شرمندہ ہوتے ہیں آپ تو پیغام رساں ہیں۔ آپ اس حکمت کو نہیں سمجھتے۔ یہ آخری دفعہ ہے آپ جائیں چنانچہ جب وہ تیسرے جمعہ کو پیغام لے کر گئے۔ یہ کہ مولوی صاحب کہتے ہیں چونکہ مسجد جل گئی ہے اور پہلے بھی آپ کے بزرگ نے بنوائی تھی اب ہمت کرکے دوبارہ بنوا دیں آپ کو ثواب ہوگا۔

اس وقت ان خوجوں نے جواب دیا کہ مولوی صاحب کو کہہ دو کہ اب مرزا کو کہیں کہ مسجد بنوا دے۔ جب یہ پیغام لے کر میاں نور حسین آیا تو آپ نے فرمایا الحمد للہ میں یہی چاہتا تھا کہ ان کے منہ سے یہ لفظ نکلیں۔ ورنہ مسجد تو بہر صورت بن کر رہے گی۔ یہ اب میرا مقابلہ نہیں مرزا صاحب کا ہے۔ اور مرزا صاحب کا مقابلہ خدا کا مقابلہ ہے۔

چنانچہ اسی وقت آپ نے افریقہ میں اپنے چند ایک پرانے دوستوں کو خط لکھے۔ جو اہلحدیث کے وقت آپ کے ساتھ تعلقات رکھتے تھے کہ مسجد بنوانی ہے روپیہ بھیجو۔ چنانچہ روپیہ آنا شروع ہوا اور خدا کے فضل سے مسجد

بن کر تیار ہوگئی۔ منتظم میاں نور حسین صاحب اور مستری اللہ دین صاحب تھے۔ اس وقت بمشکل والد صاحب کے ساتھ تمام شہر سے پانچ چھ آدمی تھے۔ اور وہ بھی غربا طبقہ کے۔ اب والد صاحب ہی اس کے بانی، متولی اور امام مسجد تھے اور یہی اب مسجد احمدیہ ہے۔ گویا خدا تعالیٰ کے علم میں آج سے ۵۴ سال پہلے تمام شہر میں سے صحیح معنوں میں اگر کوئی مسجد تھی تو وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ کو بوجہ کے موقعہ پر بیت اللہ شریف میں رویا دکھا کر بنیاد ڈلوائی۔

اب مالی تکلیف کا معمولی سا نقشہ یہ ہے کہ ابتدائی زمانہ کی مشکلات اور مصائب جب اہلحدیث جماعتیں قائم ہوگئیں۔ آرام اور راحت سے بدل گئیں۔ مگر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوکر واپس لوٹے تو پھر حضرت صاحب کی اور سلسلہ کی تبلیغ شروع کر دی کہ ایک دفعہ زندگی میں اس شخص کو دیکھ لو پھر جو رائے قائم کرنی ہو کرنا۔ تمہیں معلوم ہے اہلحدیث کے زمانہ میں میں نے کبھی شکست نہیں کھائی۔ اب بھی اگر میں ہار جاؤں یا مناظرہ میں شکست کھاؤں تو تب انکار کرنا۔ قیامت کے دن اگر مرزا صاحب پر ایمان لانے سے باز پرس ہوگی تو میں ذمہ وار ہوں گا۔ یہی وہ امام مہدی ہے جسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا۔ غرضیکہ ترغیب ترہیب۔ محبت و پیار۔ تبلیغ۔ تعلیم۔ اخلاق۔ اور ہر رنگ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ شروع کر دی اور خدا کے فضل سے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہوتی شروع ہوئی اور خدا کے فضل سے جہلم۔ پھر گجرات و دیگر اضلاع میں شہروں میں دیہاتوں میں جماعتیں قائم ہوتی شروع ہوگئیں۔

مالی حالت کا یہ حال تھا کہ مہینوں اس ارزانی کے زمانہ میں ہم گھر والوں نے کبھی گھی کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ ایندھن خریدنے کی بجائے شیشم کے خشک پتے جلایا کرتے تھے۔ مگر خشک پتوں سے ہانڈی نہیں پکتی۔ اس لئے پہلے دال کو گھر ہی میں بھون لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد اسے پیس لیتے تھے۔ اب ہانڈی میں پانی۔ نمک۔ مرچ ڈال کر نیچے پتے جلانے شروع کرتے۔ جب پانی جوش کھاتا تو وہ بھنی اور پسی ہوئی دال ڈال دیتے۔ یہ ہماری ترکاری ہوتی جس سے روٹی کھاتے۔

عام طور پر جوار — باجرہ اور گیہوں کی روٹی کبھی کبھار۔ بجائے گھی کے تلوں کا تیل استعمال ہوتا تھا۔ ساگ کی بجائے درختوں کی کونپلیں ساگ کے طور پر پکا کر کھاتے تھے۔ لباس پرانے زمانہ کے زمینداروں کا تھا نہ کہ مولویوں کا۔ دراصل والد صاحب کو حضرت صاحب سے مل کر ایک عشق اور محبت، شوق اور جوش پیدا ہوگیا تھا اور اس عشق و محبت اور وارفتگی کی وجہ سے آپ کو اپنے آرام و آسائش اور خوراک کی قطعاً پرواہ نہ تھی۔ بس ایک ہی دُھن تھی کہ جو عشق کی آگ ان کے اندر تھی۔ وہی عشق الٰہی۔ محبت رسول اور حضرت صاحب کا عشق لوگوں کے دل میں لگا دوں۔ اور بس ہر وقت یہی خیال۔ یہی جذبہ۔ یہی عشق۔ یہی غم۔ اور یہی فکر کہ کس طرح احمدیت پھیل جائے

ہے۔ کھانے کی نہ پینے کی نہ پہننے کی پرواہ۔ جس طرح میں نے اور میری والدہ نے ان حالات میں وقت گزارا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ باوجود اس قدر تنگ دستی اور ناداری کے خودداری صبر اور استقلال کی ایک مضبوط چٹان تھے۔ اور دین کے معاملہ میں ایسے غیور کہ کوئی لالچ اور کسی قسم کا دوستانہ اور رشتہ دارانہ تعلق درمیان میں حائل نہیں ہو سکا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ اور ہماری بھی ایسے ماحول میں پرورش ہوئی کہ دنیا اور ما فیہا ہماری نظروں میں ہیچ۔ اس استغنا کو دیکھ کر آخر لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ مرزا صاحب مولوی صاحب کو تنخواہ دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ اگر میں بتاؤں کہ میں حضرت صاحب سے تنخواہ لیتا ہوں تو میرے پلے کچھ نہیں رہتا کہ چند ٹکوں میں اس نے ایمان بیچا ہوا ہے۔ لہٰذا میں تو کسی کو بتاتا نہیں اور اگر مرزا صاحب بتائیں کہ میں مولوی صاحب کو تنخواہ دیتا ہوں۔ تو ان کا پول کھل جاتا ہے۔ پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند والا مسئلہ بنا ہے کہ خود تو کچھ جانتے نہیں روپیہ دے کر اپنے ایجنٹ رکھے ہوئے ہیں جو پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ اب بتاؤ کہ نہ میں بتا سکوں نہ مرزا صاحب تنخواہ کا نام زبان پر لا سکیں۔ تمہیں کون بتا گیا کہ وہ تنخواہ دیتے اور یہ لیتے ہیں۔ جھوٹ بولتے کچھ شرم تو کرنی چاہیئے۔

ہر سال قادیان تشریف لے جاتے دو اڑھائی ماہ ہمیشہ رہتے مگر باوجود ضعیف العمر ہونے کے قادیان آ کر کبھی نچلے نہ رہتے کبھی پروف دیکھتے کبھی مسودہ دیکھتے اور کچھ نہ ہو تو پریس میں بیٹھ کر حضور کی جو نئی کتاب شائع ہوتی اس کا ہی درست کرتے رہتے۔ جز بندی میں لگے رہتے۔ حضور فرمایا کرتے کہ مولوی صاحب آپ کے آنے سے مجھے بہت آرام ہوتا ہے۔ آپ تصنیف کے کام میں مدد دیتے ہیں۔

نام اور نمود۔ ریا۔ ظاہرداری، علمی گھمنڈ، تکبر ہرگز نہیں تھا۔ دوران قیام قادیان میں جب بھی کوئی کہتا مولوی صاحب! فوراً روک دیتے کہ مجھے مولوی مت کہو۔ میں نے تو ابھی مرزا صاحب سے ابجد شروع کی ہے۔ الف بے شروع کی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سیر سے واپس تشریف لاتے تو اکثر معزز دوست بھی سیر میں حضور کے ہمراہ ہوتے۔ مثلاً ڈاکٹر صاحبان یعنی محمد حسین صاحب۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب اور شیخ مولا بخش صاحب وغیرہ وغیرہ۔ راستہ چلتے ہوئے حضور کی جوتی اور پاؤں قدرتاً گرد آلود ہو جاتے۔ ہر ایک دوست یہ خواہش رکھتا کہ میں ہی اس مقدس خدمت کو بجا لاؤں اور پاؤں کی گرد وغیرہ بھی جھاڑ دوں۔ اسی تیاری میں کوئی صاحب رومال نکالتے اور کوئی اور انتظام کرتے ہی ہوتے مگر قبلہ والد صاحب فوراً ہی اپنی چادر سے گرد وغیرہ حضور کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہی صاف کر دیتے اور احباب علم طور پر کہا کرتے تھے کہ مولوی صاحب

اور بعض بے تکلفی کی وجہ سے کہ یہ بڈھا کسی کو خبر نہیں لینے دیتا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ والد صاحب کا لباس سادہ زمیندارہ طرز کا ہوتا تھا اور جس طرح زمیندار کے پاس ایک چادر ہر وقت ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ بھی ایک چادر رکھتے جو کمر اور کندھوں پر پڑی رہتی۔ اور لطف یہ کہ والد صاحب کا لباس سفید رنگ کا نہیں ہوتا تھا بلکہ پرانے فیشن زمیندارہ کے مطابق نیلے رنگ اور فاختہ رنگ کا ہوتا تھا۔ احباب چونکہ پر تکلف لباس میں ہوتے۔ اور وہ ابھی تیاری میں ہوتے کہ والد صاحب فوراً چادر کا پلو لے کر لوگوں کے پاؤں میں سے گھستے ہوئے فوراً ایک دو ہاتھ مار کر گرد وغیرہ صاف کر دیتے اور یہ کام نہایت تیزی اور ہوشیاری سے تعلق رکھتا تھا۔ آنکھ کی جھپک کی سستی بھی اس خدمت سے محروم کر دیتی تھی۔ کیونکہ حضور تو جیسے باہر تشریف لا رہے ہوتے اسی رفتار سے گھر میں داخل ہو جاتے۔ پاؤں صاف کروانے کے لئے قصداً حضور قطعاً نہیں ٹھہرا کرتے۔ اور نہ ہی حضور کو کبھی یہ وہم و گمان ہوتا کہ گرد بھی کوئی چیز ہے جو پاؤں پر پڑتی ہے۔ اور جھاڑنا بھی ضروری ہے۔

ہاں اتفاقیہ طور پر بعض دفعہ سیر سے واپسی پر جو سلسلہ کلام شروع ہوتا اس کو ختم کرنے کے لئے حضور ٹھہر بھی جاتے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضور نے وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ کے ماتحت قادیان کے اردگرد کے دیہات کو دعوت دی اور حضور کا منشاء تھا کہ میں اپنا دعویٰ ان کے سامنے بھی پیش کروں۔ اس خدمت کے لئے وعظ کے لئے خلیفۃ المسیح اوّل مولوی نور الدین صاحب اور حضرت مولوی محمد احسن صاحب امروہی مقرر ہوئے۔

جب اس تقرر کا علم مولوی مہر الدین صاحب فانساماں لالہ موسےٰ جو والد صاحب کے شاگرد تھے کو ہوا تو انہوں نے فوراً ہی حضرت اقدس کی خدمت میں پیش ہو کر عرض کی کہ حضور چند یوم ہوئے مولوی محمد احسن صاحب نے سورۂ مائدہ کا وعظ کیا اور سیپارہ نکال کر رکھ دیا مگر یہ سب کچھ علماء طبقہ کے لئے تھا عوام کو تو کچھ بھی سمجھ نہیں آئی۔ حضور اگر پسند فرمائیں تو مولوی برہان الدین صاحب کو اس کام کے لئے مقرر کریں کہ وہ پنجابی زبان میں وعظ کیا کرتے ہیں۔ مولوی مہر الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں یہ بات منہ سے کہہ تو بیٹھا مگر حضور کے رعب کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ حضور نے فرمایا بہت اچھا۔

سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے تقریر کی۔ اس کے بعد خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے اشارہ سے کہا کہ مولوی صاحب آؤ۔ والد صاحب نے جواب دیا (کہ میری واری دی تسیں ہی وا چھڈو) کہ میری باری بھی آپ ہی پوری کر دیں۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے حضور کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اگر جرأت ہے تو حضور کو کہو۔ خیر والد صاحب نے اپنی مخصوص پنجابی زبان میں وعظ شروع کیا۔ جب وعظ ختم ہوا تو اس دن بہت سے لوگوں نے بیعت کی اور اس بات کا

اظہار کیا (کہ ساڈوں تے اَج پتہ لگیا ہے کہ مرزا صاحب کی کہندے کی آ ہندا ہے اسیں تے اینویں ہی مخالف سے) یعنی ہمیں تو آج علم ہوا ہے کہ مرزا صاحب کا دعوےٰ کیا ہے۔ وہ کیا کہتے ہیں اس سے پہلے تو علم ہی نہیں تھا۔ اردو باتیں ہم کیا جانیں۔

چونکہ وہ دن بہت خوشی کا تھا کہ قادیان کے گردونواح کے لوگ کثرت سے حضور کی بیعت میں داخل ہوتے اور اس کا محرک مولوی برہان الدین صاحب کا وعظ ہوا۔ جماعت کی مستورات نے بھی خواہش کی کہ حضور ہم بھی مولوی برہان الدین صاحب کا وعظ سننا چاہتی ہیں۔ چنانچہ حضور کے ارشاد پر پھر والد صاحب نے مستورات میں وعظ کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اکثر دفعہ کہا کہ مولوی صاحب آپ قادیان آجائیں آپ کی ضروریات کے ہم ذمہ دار ہوں گے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ حضرت صاحب کے پاس کیوں نہیں آجاتے۔ تو والد صاحب ان لوگوں کو پنجابی میں جواب دیتے (نالے کوڑا نالے پدّیں ساڑے) مطلب یہ ایک تو میں نالائق کسی کام کے قابل نہیں دوم بجائے حضرت صاحب کی خدمت کرنے کے خود ہی ان پر بوجھ بنوں مجھے شرم آتی ہے۔

ایک دفعہ حضور نے فرمایا مولوی صاحب آپ کو جہلم سے بہت محبت ہے اسے آپ چھوڑنا پسند نہیں کرتے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے لئے وہ جیلیں ہے یعنی وہ جیل خانہ ہے جس سے آپ نکل نہیں سکتے۔ عرض کیا حضور مسیح فرماتے ہیں۔ ہے تو وہ جیل۔ مگر حضور جیل میں داروغہ بھی ہوا کرتے ہیں۔ حضور دعا فرمائیں مجھے مولا کریم وہاں بطور داروغہ رکھے۔

ایک دفعہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خدا جانے کہاں خیال پہنچا رونا ہی شروع کر دیا۔ حضور نے بہت پیار سے پوچھا کہ مولوی صاحب خیر تو ہے۔ عرض کیا حضور پہلے میں کوٹھئی بنا، پھر بوئی بنا، پھر غزنی بنا، اب مرزائی بنا ہوں۔ رونا تو اس بات کا ہے کہ عمر آخر ہو گئی۔ اور میں جھڈو دا جھڈو ہی رہ گیا۔ یعنی پہلے میں نے کوٹھے والے پیر صاحب کی قدم بوسی حاصل کی۔ اس کے بعد باؤلی صاحب والے بزرگ کی خدمت میں رہا۔ اس کے بعد مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی خدمت میں پہنچا۔ اب میں حضور کی خدمت میں آگیا ہوں۔ رونا تو اس بات کا ہے کہ میں وہی نالائق کا نالائق ہی رہا۔ اس پر حضور نے والد صاحب کو بہت محبت پیار کیا۔ اور تسلّی دی۔ مولوی صاحب گھبرائیں نہیں۔ جہاں آپ نے پہنچنا تھا وہاں آپ پہنچ گئے۔ اب گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے تب جا کر سکون اور قرار ہوا۔

حضور ابتداء میں جب سیالکوٹ تشریف لے گئے تو حضور لیکچر دینے کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ تشریف لے جا رہے تھے اور دیگر احباب بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ گلی سے گزرتے ہوئے کسی نے از راہِ شرارت کوٹھے پر سے راکھ کی ٹوکری پھینک دی۔ حضور تو خدا کے فضل سے بچ گئے۔ کیونکہ آپ گزر چکے تھے۔ ٹوکری کی راکھ والد صاحب کے

سر پر پڑی۔ بس پھر کیا تھا بوڑھا آدمی سفید ریش لوگوں کے لئے تماشہ بن گیا۔ چونکہ آپ کو حضرت صاحب سے والہانہ اور عاشقانہ محبت تھی۔ بس پھر کیا تھا اسی جگہ کھڑے ہو گئے۔ اور ایک حالت وجد طاری ہو گئی اور نہایت بشاشت سے کہنا شروع کر دیا۔ پا مائیے پا، پا مائیے پا۔ یعنی مائی یہاں ڈالو یہاں فرماتے تھے شکر ہے خدا کا کہ حضرت صاحب کے طفیل یہ انعام حاصل ہوا۔

اسی طرح ایک اور واقعہ ہے۔ حضرت صاحب جب سیالکوٹ سے واپس آئے تو خدام آپ کو گاڑی چڑھانے کے بعد واپس گھروں کو جا رہے تھے۔ تو یہ کسی وجہ سے اکیلے پیچھے رہ گئے۔ تو مخالفوں نے پکڑ لیا۔ اور نہایت ذلت آمیز سلوک کیا۔ یہاں تک کہ منہ میں گوبر ڈالا۔ مگر والد صاحب اسی ذلت میں عزت اور اسی دکھ میں راحت محسوس کرتے تھے۔ اور بار بار کہتے برہانا ایہہ نعمتاں کتھوں۔ یعنی اے برہان الدین یہ نعمتیں کہاں میسر آ سکتی ہیں۔ یعنی دین کی خاطر کب کوئی کسی کو دکھ دیتا ہے۔ یہ تو خوش قسمتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ۱۹۰۳ء میں مولوی کرم دین والے مقدمہ میں جہلم تشریف لاتے۔ اس وقت کثرت سے لوگوں نے بیعت کی حضور نے فرمایا یہ مولوی برہان الدین صاحب کے اثر و رسوخ اور تبلیغ کی وجہ سے ہے۔

حضور کا الہام ہے۔ میری جماعت کے دو شہتیر ٹوٹ گئے۔ فرمایا ایک مولوی برہان الدین صاحب ہیں اور دوسرے مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی ہیں۔ والد صاحب کی وفات پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدرسہ احمدیہ کی بنیاد رکھی کہ میری جماعت کے ایسے ایسے عالم رخصت ہو رہے ہیں۔ ان کے قائم مقام تیار ہونے چاہئیں

فقط

شانِ قرآنِ مجید

"فرقانِ مجید باوجود ان تمام کمالاتِ بلاغت و فصاحت و احاطۂ حکمت و معرفت ایک روحانی تاثیر اپنی ذاتِ بابرکات میں ایسی رکھتا ہے کہ اس کا سچا اتباع انسان کو مستقیم الحال اور منوّر الباطن۔ اور مُنشرحُ الصدر اور مقبولِ الٰہی اور قابلِ خطابِ حضرتِ عزّت بنا دیتا ہے۔ اور اس میں وہ انوار پیدا کرتا ہے اور وہ فیوضِ غیبی اور تائیداتِ لاریبی اس کے شاملِ حال کر دیتا ہے کہ جو اغیار میں ہرگز پائی نہیں جاتیں۔"

(براہین احمدیہ ص۲۴۲ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

ہماری حقیقی عید

حضرت مصلح موعودؓ کا آخری خطبہ عید الفطر

(فرمودہ ۲۹ مارچ ۱۹۶۰ء بمقام ربوہ)

"احادیث سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم عید کے موقعہ پر عیدگاہ میں آتے اور جاتے ہوئے اور پھر عیدگاہ میں تشریف رکھتے وقت بھی کثرت کے ساتھ یہ تکبیر پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت بتاتی ہے کہ مومنوں کی حقیقی عید اللہ تعالےٰ کی بڑائی اور اس کی عظمت بیان کرنے میں ہی ہے۔ پس اگر ہم دنیا میں اللہ تعالےٰ کی عظمت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں اس کے نام کو پھیلا دیں، اس کی بڑائی کو ثابت کر دیں اور اپنی تمام کوششیں اور مساعی اس غرض کے لئے وقف کر دیں کہ خدا تعالےٰ کا نام بلند ہو تو یقیناً ہماری عید حقیقی کہلا سکتی ہے۔ لیکن اگر ہمیں اپنے فرائض کا احساس نہ ہو اور خدا تعالےٰ کی توحید کی اشاعت اور اس کی عظمت کے قیام کے لئے اسلام جن قربانیوں کا ہم سے تقاضا کرتا ہے ان قربانیوں کے میدان میں ہمارا قدم سست ہو تو پھر ہماری عید صحیح معنوں میں عید نہیں کہلا سکتی۔ پس آج میں اپنی جماعت کے تمام دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں اس عید کو حقیقی رنگ میں منانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور اس ظاہری عید کو اس عظیم الشان روحانی عید کے حصول کا ایک ذریعہ بنانا چاہیئے جس میں ساری دنیا خدا تعالےٰ کی بڑائی کی قائل ہو جائے۔

اگر دنیا میں خدا تعالےٰ کی بڑائی قائم نہ ہو تو ہماری عید کوئی عید نہیں۔ لیکن اگر اس کی بڑائی قائم ہو جائے اور دنیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل ہو جائے تو اسی میں ہماری حقیقی عید ہے۔ کیونکہ سچا غلام تبھی خوش ہوتا ہے جب اس کا آقا خوش ہو۔ غرض عید ہمیں تبلیغ اسلام کی وسعت اور خدا تعالےٰ کی بڑائی دنیا میں قائم کرنے کی طرف توجہ دلاتی ہے اور خدا تعالےٰ کی بڑائی اسی صورت میں قائم ہو سکتی ہے جب جماعت کے تمام افراد کیا چھوٹے اور کیا بڑے اور کیا مرد اور کیا عورتیں تبلیغ پر زور دیں۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ساری دنیا کو جمع کرنے کی کوشش کریں۔ بے شک پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تغیر ایک دن واقعہ ہو کر رہے گا۔ اور دنیا خدا تعالےٰ کے آستانہ پر اپنا سر جھکا دیگی۔ مگر پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے دعاؤں اور قربانیوں اور جدوجہد سے کام لینا بھی ضروری ہوتا ہے۔

پس ہمیں اپنی تبلیغی مساعی کو زیادہ سے زیادہ وسیع کرنا چاہیئے اور خدا تعالےٰ کے نام کو دنیا میں بلند سے بلند تر کرتے چلے جانا چاہیئے کیونکہ اسی میں ہماری عزت ہے اور اسی سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غرض پوری ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو اور وہ آپکو نیکی اور تقویٰ کے ساتھ ہمیشہ خدمت اسلام کی توفیق بخشے اور آپ کی نسلوں میں بھی سچا ایمان پیدا کرے تاکہ قیامت تک خدائے واحد کا نام بلند ہوتا رہے اور قیامت تک اسلام کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہراتا رہے۔ اللّٰھم آمین"

(الفضل ۵ اپریل ۱۹۶۵ء)

جناب شیخ مبارک احمد صاحب فاضل
قائمقام صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بیویوں سے حُسنِ سلوک

(قسط نمبر ۲)

(سلسلہ کے لئے دیکھئے ماہنامہ انصار اللہ ماہ اگست ۱۹۷۰ء)

حضور علیہ السلام کے حسن معاشرت کا یہ بھی ایک بڑا دلکش پہلو نظر آتا ہے کہ کئی اہم امور میں حضور علیہ السلام ازواج مطہرات سے مشورہ کرتے۔ وہ مشورہ دیتیں اور حضور ان مشوروں پر عمل بھی کرتے۔ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جب صحابہ کرام کے دل سخت غمگین تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ امسال یہاں قربانی کردو کیونکہ معاہدہ صلح کے مطابق امسال ہم مکہ میں حج کے لئے نہیں جاسکتے۔ صحابہ کرامؓ مارے غم کے نڈھال تھے اور اٹھ نہ سکتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ یہ جاں نثار جو میرے پسینہ کی جگہ خون بہانے پر ہر دم کمربستہ رہتے ہیں۔ اس وقت میرے حکم کا ان پر اثر نہیں ہو رہا تو آپ بہت غمگین ہوئے اور اسی دل گرفتگی کی حالت میں اپنے خیمہ میں تشریف لائے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھ کر عرض کی یا رسول اللہ صحابہ غم کے باعث نڈھال ہیں۔ ورنہ حضور پُرنور کی نافرمانی کا تو صحابہ کرام تصور تک بھی نہیں کرسکتے۔ مَیں ایک تدبیر عرض کرتی ہوں۔ آپ باہر تشریف لے جائیں اور بنفس نفیس اپنے جانور کی قربانی کردیں۔ تمام صحابہ کرامؓ نے یہ دیکھتے ہی فوراً قربانیاں کردیں۔ اور یہ غمگین صورت حال اطاعت کے بے مثال نمونہ میں بدل گئی۔

ازواج مطہرات کے ساتھ حسن معاشرت کے سلسلہ میں آپ ان کے رشتہ داروں کا خیال رکھتے اور ان کے ساتھ حسن سلوک فرماتے۔ ام المومنین حضرت جویریہؓ قبیلہ بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں۔ ایک جنگ میں اس قبیلہ کے افراد بکثرت غلام اور لونڈی بن کر آئے۔ ان میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہؓ کی ممتاز حیثیت کا خیال کرکے انہیں آزاد کرکے نکاح کرلیا۔ اور اس نکاح کی برکت سے قبیلہ بنی مصطلق کے تمام قیدی غلاموں اور لونڈیوں کو مسلمانوں نے آزاد کردیا۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری اور رشتہ داری کے بعد ان کو غلام بنا کر رکھنا مسلمانوں کو پسند نہ تھا۔ روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت جویریہؓ

نے یہ تجویز خود حضور کی خدمت میں پیش فرمائی تھی جسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پسند کیا۔ اور قبول فرمایا۔
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت جویریہؓ سے جو محبت تھی اس کے پیش نظر حسن معاشرت کے تقاضا کو آپ نے پورا کیا اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ بھی حسن سلوک فرمایا۔

اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جذبہ محبت اور مشفقانہ سلوک کے پیش نظر ازواج مطہرات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہنسی مذاق بھی کر لیا کرتی تھیں۔ اور حضور اُس ہنسی مذاق سے حظ بھی اٹھاتے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت سودہؓ تہجد کی نماز میں آپ کے ساتھ کھڑی ہوگئیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز بہت لمبی پڑھا کرتے تھے۔ حضرت سودہؓ چونکہ جسم کی بھاری تھیں۔ نماز کے بعد آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ آپ نے تو اتنا لمبا قیام کیا کہ میں تو اپنے ناک کو ہی پکڑے رہی۔ مبادا کہ نکسیر پھوٹ پڑے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس مزاح سے بہت محظوظ ہوئے اور مسکرا دیئے

حسن معاشرت کے یہ سارے معاملات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان انسانیت کی اعلےٰ اقدار کو اجاگر کرتے ہیں۔ کسی موقعہ پر بھی آپ نے انسانیت کے عنصر کو خارج نہیں فرمایا۔

اسی طرح ایک اور موقعہ پر جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ کے لئے ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کر لی تو انتیس دن گذرتے پر حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہؓ نے محبت بھرا طنز کرتے ہوئے کہا کہ یا رسول اللہ ابھی تو مہینہ گزرنے میں ایک دن باقی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا۔

"بی بی! مہینہ کبھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔"

اپنی ازواج مطہرات سے محبت و پیار سے بھرپور یہ تعلقات ثابت کرتے ہیں کہ حضور انسانیت کی اقدار کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔ اور حسن معاشرت میں علیٰ وجہ الاتم ان کو پورا فرماتے تھے۔ آپ کا سلوک ازواج مطہرات کے ساتھ بہت ہی حسین اور مثالی تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کی باہمی معاشرت اور اہلی زندگی میں غیر معمولی سکون۔ دلی محبت۔ خوشدلی۔ باہمی پیار۔ دینی اور اخلاقی اقدار کا تحفظ مثالی طور پر نظر آتا ہے
یہی وجہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اصلاح خلق کے کام کی عظیم ذمہ داری ڈالی گئی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ پر ربّانی پیغام لے کر ظاہر ہوئے تو آپ نے انسانیت اور بشریت کے تقاضا سے اس ذمہ داری کو بہت بڑا بوجھ خیال کیا۔ حضور نے آکر حضرت خدیجہؓ سے اس سارے معاملہ کا ذکر کیا۔

اس موقعہ پر حضرت خدیجہؓ نے جن خیالات کا اظہار فرمایا۔ اس سے بھی حضور علیہ السلام کے اس مثالی حسن سلوک کا علم ہوتا ہے۔ جو حضور اپنے اہل سے فرماتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ وہ مبارک خاتون تھیں جو سب سے پہلے حضور

کے عقدِ زوجیت میں آئیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت بھرپور جوانی کے عالم میں تھے۔ مگر حضرت خدیجہؓ بڑھاپے کی دہلیز پر کھڑی تھیں۔ اس قدر عمروں کا تفاوت حضور کی اہلی زندگی پر ہرگز کوئی بُرا اثر قائم نہ کرسکا۔ حضرت خدیجہؓ نکاح کے بعد ۲۵ برس زندہ رہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ باوجود حضرت خدیجہؓ کی کبرسنی کے حضور نے ان کی زندگی میں کوئی شادی نہیں کی۔ حسن معاشرت اور باہمی الفت و محبت کا اس قدر گہرا ربط تھا کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضور کا یہ معمول تھا کہ حضرت خدیجہؓ کو بہت یاد کرتے اور بڑی کثرت کے ساتھ ان کا ذکرِ خیر کرتے جب بھی گھر میں قربانی ہوتی۔ آپ اس کا گوشت حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بھی تحفۃً بھجواتے حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے صرف اور صرف حضرت خدیجہؓ پر رشک آیا کرتا تھا۔ کہ حضور کس قدر محبت سے ان کا ذکرِ خیر فرماتے ہیں۔

ایک بار حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہہ دیا کہ حضور آپ کیا ایک بوڑھی عورت کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو ان سے بہتر بیویاں دی ہیں۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہؓ! ہرگز نہیں۔ اور پھر فرمایا۔ خدیجہؓ کی محبت تو اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں قائم کی ہے۔ یہ وہ نیک خاتون ہے جس نے سب سے پہلے میری تصدیق کی اور مجھ پر ایمان لائیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک اور روحانی قلب کی کیفیت ملاحظہ فرمائیں کہ نہ صرف زندگی بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ حسن معاشرت کے تقاضوں کو پورا کیا اور فراموش نہیں کیا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک و مطہر زندگی سے اس وقت خاکسار نے آپ کے اپنی بیویوں سے حسن سلوک اور حسن معاشرت کے جو واقعات پیش کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سلوک بہت حسین اور مثالی تھا۔ تاریخ عالم میں ایسا مثالی شوہر اور ایسی مثالی ازواج کہیں نہیں ملتیں۔ خدا کے لاکھوں لاکھوں سلام اس مقدس رسول اور محسن انسانیت پر ہوں جنہوں نے ایک خاوند کی حیثیت سے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں ایک بے مثال نمونہ پیش فرمایا۔ اور لاکھوں سلام ہوں حضور کی پاک ازواج پر جنہوں نے اپنی نیکی اور دینداری کے باعث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی زندگی کے ایام اس خوبی سے گزارے کہ دنیا میں اس کی مثال بھی نظر نہیں آتی۔

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید

" سو خدا کی طرف آجاؤ اور ہر ایک مخالفت اس کی چھوڑ دو اور اس کے فرائض میں سستی نہ کرو اور اس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو کہ یہی راہ نجات ہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۲۶)

جناب غلام رسول صاحب دارالحمد لاہور

کلمۂ طیبہ اور دس شرائطِ بیعت

یہ عام دستور ہے کہ جب کوئی فرد کسی نئے حلقہ میں شامل ہونے لگتا ہے تو وہ چند مقررہ الفاظ میں کسی مجاز شخصیت کی راہ نمائی میں صدق دل سے ایک عہد دہراتا ہے کہ وہ اس اقرار کے بعد ان چند اصولوں کا پابند ہوتے ہوئے ان کے مطابق اپنی آئندہ زندگی گزارنے کی کوشش کرتا رہے گا۔ اسی مروجہ دستور کے مطابق سیدالانبیاءؐ ہمارے پیارے ہادی حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی کو دائرہ اسلام میں داخل فرماتے تو یہ کلمات انہیں دہرانے کو فرماتے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

یا صرف

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

دہرانے کو فرماتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ آج کے بعد اللہ تعالےٰ کی ذات والصفات کے سوا کسی دوسری ہستی کو اس قابل نہیں سمجھوں گا۔ کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس بات کو عملی شکل دینے میں صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی قابل تقلید نمونہ سمجھوں گا جنہیں اس ہستی نے اس غرض کے لئے دنیا میں بھیجا تھا۔

کہنے کو تو یہ دو مختصر کلمات ہیں مگر انسانیت کی راہ نمائی کے لئے ان الفاظ میں ایک مکمل ماڈو پیش کیا گیا ہے جسے ہر دم اور ہر حال میں پیش نظر رکھنے سے ہی کامیاب زندگی بسر کرنے کی توفیق مل سکتی ہے۔ پہلے حصہ میں قلبِ صمیم سے اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا جاتا ہے۔ یعنی ایک ہی مرکزی نقطہ پر توجہ مرکوز کرنے کی ہدایت ملتی ہے۔ اِدھر اُدھر بے یقینی کے عالم میں نظر دوڑانے کی زحمت سے نجات ملتی ہے۔ بالفاظ دیگر شرک کا قلع قمع کیا گیا ہے۔ چونکہ صرف اقرار کر لینے سے ہی مقصد حاصل نہیں ہوا کرتے جب تک اس کے مقابل عمل سرزد نہ ہو اور عمل کے لئے کوئی نمونہ سامنے ہونا شرط ہے۔ وہ نمونہ بھی کسی کامل ہستی کا ہو۔ تو کامیابی کی راہ ملتی ہے۔ اس کلمہ کے دوسرے حصہ میں یہ اقرار کرنا ہوتا ہے کہ اس مرکزی نقطۂ کائنات سے تعلق قائم کرنے کے لئے ہم اسی کے بھیجے ہوئے کامل انسان یعنی محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی نمونہ کے طور پر سامنے رکھیں گے جو قیامت تک انسانیت کی راہ نمائی اپنے بروزوں کے ذریعہ کرتے رہیں گے۔

اس اعلان کے بعد وہ بندہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی توفیق سے ایک وسیع تر

برادری میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور اس کلمہ طیبہ کی روشنی میں جو اسلامی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ اپنی نئی زندگی شروع کر دیتا ہے۔ اسی روشنی کے مینار کی برکت سے امت مسلمہ صراط مستقیم پر گامزن ہوتی چلی آرہی ہے۔

جب کبھی مرور زمانہ سے لوگوں کی روحانی بینائی میں دھندلا پن پیدا ہونے لگتا ہے۔ اور اس روشنی کے مینار پر زمانے کی گرد آلود فضاؤں سے غبار چھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے کمال فضل اور رحم سے اس بینائی کو تیز کرنے کے لئے نورانی سرمہ کا انتظام فرماتا ہے۔ اور آسمانی پانی سے وہ غبار چھٹ جاتا ہے۔ اور پھر از سر نو یہ روشنی کا مینار اپنی پوری آب و تاب سے دنیا کو منور کرنے لگ جاتا ہے۔ یعنی اس کلمہ طیبہ کا صحیح مفہوم علمی اور عملی طور پر سامنے آجاتا ہے۔

اس زمانے میں بھی کلمہ طیبہ کا صحیح مفہوم سمجھانے اور اس کی عملی تفسیر بتانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ آپ نے مسلماں را مسلماں باز کردند کے مطابق احباب کو اپنے حلقہ اخوت میں شامل کرنے کے لئے اسی کلمہ طیبہ کی تفسیر و تشریح میں دس شرائط بیعت تحریر فرمائیں۔ جن کے مطابق زندگی بسر کرنے سے اسی کلمہ طیبہ کی برکات کا ظہور ہونے لگتا ہے۔

وہ شرائط بیعت یہ ہیں۔

۱۔ پہلی شرط :-

"بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔"

اس شرط میں کلمہ طیبہ کے پہلے حصہ کی تشریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی اور ہستی نہیں جس کے پاس اپنی حاجات لے کر جائیں۔ وہی ایک ذات ہے جو تمام کائنات کا مرکزی نقطہ ہونے کی وجہ سے قابل ستائش ہے اور اسی کے رنگ میں رنگین ہو کر کامیاب زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔

۲۔ دوسری شرط :-

"یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔"

اس شرط میں ان تمام روکاوٹوں کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ جو نفس امارہ سفلی جذبات کی تسکین کے لئے ہماری زندگی کی شاہراہ پر گاہے گاہے کھڑی کرتا رہتا ہے جنہیں ہم مختلف برائیوں کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ برائیاں تبھی سرزد ہوتی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی ہستی کے موجود ہونے میں شک پڑ جائے۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ پر ایمان کمزور پڑ جائے۔ اس شرط میں مذکور برائیوں سے تبھی بچا جا سکتا ہے۔ جب کلمہ طیبہ کے پہلے حصہ پر پورا یقین ہو

جھوٹ کمزوری اور بزدلی کی وجہ سے بولنا پڑتا ہے۔ ایک دلیر اور بہادر آدمی کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ یہ دلیری اور بہادری خود اعتمادی سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ خود اعتمادی دل کی قوت اور اطمینان قلب کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کی ہستی پر کامل ایمان کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

زنا، بدنظری اور دیگر فسق و فجور جیسی برائیاں سفلی جذبات کی تسکین کے لئے سرزد ہوتی ہیں۔ سفلی جذبات تب جوش مارتے ہیں جب انسان شتر بے مہار کی طرح مادر پدر آزادی کی رَو میں بہنے لگتا ہے۔ یہ کیفیت بھی اللہ تعالےٰ کی ذات کی موجودگی کا احساس ختم ہونے پر پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے لا الٰہ الا اللہ پر یقین ہی ہماری دستگیری کو آتا ہے۔ ظلم حد اعتدال سے بڑھ جانے اور خیانت حد اعتدال سے پیچھے ہٹ جانے کا نام ہے۔ فساد بھی صراط مستقیم کو چھوڑ کر دیگر خود تراشیدہ ذرائع سے مطلب برآری کی کوشش کا نام ہے۔ اور اس کوشش میں ناکامی پر انسانیت کی آخری حدود کو پھلانگ کر درندگی اختیار کر لینے کا نام بغاوت ہے۔ یہ سب کیفیات بھی اللہ تعالےٰ کی ذات پر یقین نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ان سے بچنے کے لئے اللہ تعالےٰ کی ہستی پر پورا یقین ہونا چاہیئے۔ تاکہ انہی کے بتلائے ہوئے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق ملتی رہے۔

اس شرط کے آخر میں نفسانی جوشوں سے ہر حال میں مغلوب نہ ہونے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ توفیق بھی اللہ تعالےٰ کی ذات پر پورا پورا بھروسہ ہونے سے ہی ملتی ہے۔

الغرض اس شرط کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے کلمہ طیبہ کے پہلے حصہ یعنی لا الٰہ الا اللہ پر پختہ ایمان ہونا شرط ہے۔

۳۔ تیسری شرط:-

"کہ بلا ناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہوں گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالےٰ کے احسانات کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنالے گا۔"

دوسری شرط میں نہی عن المنکر کے مطابق برائیوں سے بچنے کے لئے منفی طریق اختیار کرنے کی تلقین کی گئی تھی اس تیسری شرط میں امر بالمعروف کے تحت اچھی باتوں کے کرنے سے مثبت پہلو اختیار کرنے کی ھدایت ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات والا صفات جو حقیقی محسن ہے کے احسان عظیم کا یہ تقاضا ہے کہ اس کا بندہ اس کی پوری پوری سپاس گزاری کرے۔ اس کی حمد و ثنا کے گیت

گا تا پھرے۔ اور اس میں استقلال کے ساتھ مداومت اختیار کرے یعنی پنجگانہ باجماعت نماز کی ادائیگی کے علاوہ نفلی نمازوں میں بھی جاعذ سستی نہ ہو۔ اور اپنے پیارے ہادی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم جن کی متابعت میں سب عبادات بجالاتے ہیں پر باقاعدگی سے درود بھیجتے رہیں۔ دلی محبت اور شکر کے جذبات سے عبادات ذکر الٰہی میں کمی کو استغفار کے باقاعدہ ورد سے پورا کرنے کی سعی ہوتی رہے۔

یہ شرط بھی کلمہ طیبہ کے پہلے حصہ کی تشریح کا مثبت پہلو ہے۔ اور کلمہ کے دوسرے حصہ کے مطابق عملی صورت اختیار کرنے کے لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو کامل نمونہ بنانا مطلوب ہے۔

۴۔ چوتھی شرط :-

"یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہ دے گا۔ نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے، نہ کسی اور طرح سے۔"

اس شرط پر کلمہ طیبہ کے دونوں کلمات حاوی ہیں۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ کے طفیل عام خلق اللہ اور محمد رسول اللہ کے طفیل ہر مسلمان سے ہر قسم کی زیادتی سے روکا گیا ہے۔

۵۔ پانچویں شرط :-

یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عسر و یسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالےٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہرحالت راضی بقضا ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر منہ نہیں پھیرے گا۔ بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔"

اس شرط میں کلمہ طیبہ کے آخری حصہ یعنی محمد رسول اللہ کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ لا الٰہ الا اللہ پر کاربند ہونے کے لئے جس طرح محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر حالت میں ثابت قدمی کا اعلےٰ نمونہ دکھایا تھا۔ اسی طرح آپ کی امت میں داخل ہوتے وقت ہر ایک کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ پوری پوری وفاداری کا ساتھ دینا ہوگا۔ تکالیف اور مصائب کو ربنا افرغ علینا صبراً وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین کی دعا مانگتے ہوئے صبر سے برداشت کرتے چلے جائیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے انعامات ملنے پر لئن شکرتم لازیدنکم کی تعمیل میں شکر کے جذبات کا اظہار ہوتا رہے۔ اس طرح اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی توفیق سے آگے ہی آگے قدم بڑھایا جاسکتا ہے۔

۶۔ چھٹی شرط :-

"یہ کہ اتباع رسم و متابعت ہوا وہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرلیگا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔"

اس شرط میں رسم و رواج اور ہوا و ہوس کے بُت کی پرستش سے باز رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اور صحیح معنوں میں اس وحدانیت کا سبق دیا گیا ہے۔ جو لا الٰہ الا اللہ کی ہی تشریح ہے۔ اور عملی رنگ میں قرآن کریم کی روشنی میں سنت نبوی کو نمونہ پکڑنے کی ہدایت ہے۔ جو کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ کی تشریح ہے۔

۷۔ ساتویں شرط:۔

"یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا۔ اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔"

یہ شرط کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ کی تفسیر ہے۔ اس میں حضور کی زندگی کی پوری پوری تصویر کھینچ کر رکھ دی گئی ہے کہ اس نمونہ کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کرو۔

۸۔ آٹھویں شرط:۔

"یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔"

اس شرط میں متعارِ زندگی کے دنیوی سامان اور منشاءِ الٰہی سے عطا شدہ عزت اور اسی کی دی ہوئی اولاد غرضیکہ ہر اس پیاری چیز جس کے اللہ تعالیٰ کی محبت کے رستہ میں بُت بنکر حائل ہونے کا امکان ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر قربان کر دینے کی تلقین کی گئی ہے۔ جو سراسر کلمۂ طیبہ کے دونوں حصوں کی تشریح ہے۔ کیونکہ دین اور اسلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ دین اللہ تعالیٰ کی محبت کو ہی مرکزی نقطہ تصور کرنے کا نام ہے۔ اور اسلام اس محبت کے حصول کے طریق کو بولتے ہیں۔ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ علم میں آیا۔ اور آپ نے اس رستے پر چل کر محبت الٰہی حاصل کر لی۔

۹۔ نویں شرط:۔

"یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے۔ اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔"

اس شرط میں محبتِ الٰہی کے حصول کا ایک گُر بتایا گیا ہے۔ مخلوق سے محبت کا اظہار خالق کی محبت کی کنجی ہے۔ کائنات عالم جو اللہ تعالیٰ کی ہی پیدا شدہ ہے کی طرف توجہ یا روزمرہ کے کاروبار میں جن سے واسطہ پڑتا ہے ان کی کسی خاص خوبی کی وجہ سے اگر لگاؤ پیدا ہو تو وہ صرف اس لئے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ہی دی ہوئی نعمت ہے اور اس محبت کا جذبہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہونے کی وجہ سے پیدا ہو۔ اور یہ لا الٰہ الا اللہ کا ہی عکس ہے۔ اور پھر اسی ذات کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کی مخلوق کو ہر جہت سے ہر قسم کا فائدہ پہنچاتے

کو مقصدِ حیات خیال کیا جائے۔

۱۰۔ دسویں شرط:۔

یہ کہ اس عاجز سے عقدِ اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقدِ اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر تمام دنیاوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

اس آخری شرط میں بے نظیر عقد اخوت باندھنے کی تلقین ہے کہ مندرجہ بالا شرائط بیعت جو دراصل کلمہ طیبہ کی تفصیلی تشریح ہے کے ذریعہ از سر نو اسلامی تعلیم کو اجاگر کر کے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی طرح ڈال دی گئی ہے۔ یہ کام اس زمانہ میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند اور کامل بروز کے سپرد کیا گیا ہے۔ تا وہ لیظہرہ علی الدین کلہ کی تعمیل میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت سے ایسا عقد اخوت باندھیں۔ جس سے کلمہ طیبہ کی گونج چاردانگ عالم میں پھر سے سنائی دے ÷

قرآن کو تدبّر سے پڑھو

"تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے۔ وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں۔ جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی۔ اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔"

(کشتی نوح صفحہ ۲۴)

مذہب ۔ اور ۔ سائنس

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-
"یہی تو ہمارا کام ہے اور یہی تو ہم ثابت کر رہے ہیں کہ سائنس اور مذہب میں بالکل اختلاف نہیں بلکہ مذہب بالکل سائنس کے مطابق ہے اور سائنس خواہ کتنی ہی عروج پکڑ جائے۔ مگر قرآن کی تعلیم اور اصول اسلام کو ہرگز ہرگز نہیں جھٹلا سکے گی۔"

نوٹ :- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات سے چند ہی دن قبل ایک ماہر ہیئت پروفیسر ریگ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند سوالات دریافت کئے۔ حضور نے ان کے جو جوابات دیئے وہ درج ذیل ہیں۔

آدم | سوال۔ بائبل میں لکھا ہے کہ آدم یا یوں کہئے کہ پہلا انسان جیحون سیحون میں پیدا ہوا تھا اور اس کا وہی ملک تھا تو پھر کیا یہ لوگ جو دنیا کے مختلف حصوں امریکہ۔ آسٹریلیا وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔ یہ اُسی آدم کی اولاد سے ہیں؟

جواب :- فرمایا۔
ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی اس مسئلہ میں ہم توریت کی پیروی کرتے ہیں کہ چھ سات ہزار سال سے ہی جب یہ آدم پیدا ہوا تھا اس دنیا کا آغاز ہوا ہے اور اس سے پہلے کچھ بھی نہ تھا اور خدا گویا معطل تھا اور نہ ہی ہم اس بات کے مدعی ہیں کہ یہ تمام نسل انسانی جو اس وقت دنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہے یہ اسی آخری آدم کی نسل ہے۔ ہم تو اس آدم سے پہلے بھی نسل انسانی کے قائل ہیں جیسا کہ قرآن شریف کے الفاظ سے پتہ لگتا ہے خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ خلیفہ کہتے ہیں جانشین کو۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آدم سے پہلے بھی مخلوق موجود تھی۔ پس امریکہ اور آسٹریلیا وغیرہ کے لوگوں کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس آخری آدم کی اولاد میں سے ہیں یا یہ کہ کسی دوسرے آدم کی اولاد میں سے ہیں۔

آپ کے سوال کے مناسب حال ایک قول حضرت محی الدین ابن عربی صاحب کا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں حج کرنے کے واسطے گیا تو وہاں مجھے ایک شخص ملا جس کو میں نے خیال کیا کہ وہ آدم ہے۔ میں نے اس سے پوچھا

کہ کیا تو ہی آدم ہے؟ اس پر اس نے جواب دیا کہ تم کون سے آدم کے متعلق سوال کرتے ہو؟ آدم تو ہزاروں گزر چکے ہیں۔

ارتقا سوال۔ کیا حضور مسئلہ ارتقا کے قائل ہیں۔ یعنی یہ کہ انسان نے ادنےٰ حالت سے اعلےٰ حالت میں ترقی کی ہے۔ پہلے سانپ۔ بچھو وغیرہ سے ترقی کرتے کرتے بندر بنا اور بندر سے انسان بنا۔ اور روح کس وقت پیدا ہوئی؟

جواب۔ فرمایا:-

ہمارا یہ مذہب نہیں کہ انسان کسی وقت بندر تھا۔ مگر آہستہ آہستہ دُم کٹ گئی اور پشم بھی جاتی رہی۔ اور ترقی کرتے کرتے انسان بن گیا۔ یہ ایک دعوےٰ ہے جس کا بارِ ثبوت اس دعوے کے مدعی کے ذمہ ہے۔ چاہیئے کہ کوئی ایسا بندر پیش کیا جائے۔ جو آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے انسانی حالت میں آجائے۔ ہم ایسے بے دلیل قصے کہانیوں پر کیسے ایمان لا سکتے ہیں۔ البتہ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ آدم بہت سے گزرے ہیں۔ مگر موجودہ حالات کے ماتحت جو ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ انسان سے انسان پیدا ہوتا ہے۔ بندر سے انسان یا انسان سے بندر کبھی کسی نے پیدا ہوتا نہیں دیکھا ہوگا۔ یہ تو ایک ناولوں کا قصہ ہے۔ ہمیشہ نوع سے نوع ہی پیدا ہوتی ہے تو خدا نے اپنا قانون ہماری آنکھوں کے سامنے رکھا ہوا ہے کہ گدھے سے گدھا، گھوڑے سے گھوڑا اور بندر سے بندر پیدا ہوتا ہے۔ اب اس کے خلاف جو کوئی دعوےٰ کرتا ہے کہ بندر سے انسان بھی پیدا ہوتا ہے اس کو اپنے دعوے کی دلیل بھی پیش کرنی چاہیئے۔ یہ کہنا کہ شائد ایسا ہو گیا ہو۔ شائد کے کیا معنے؟

ہمارے ساتھ تو اللہ تعالےٰ نے ایک مشاہدہ دلیل کے طور پر رکھا ہوا ہے۔ اور اس کے خلاف کہنے والوں کو کوئی یقینی دلیل پیش کرنی چاہیئے۔ ورنہ ظنی باتوں اور صرف دعووں سے کوئی امر حجّت نہیں ہو سکتا۔

روح روح ایک مخلوق چیز ہے اسی عنصری مادے سے خدا تعالےٰ اسے بھی پیدا کرتا ہے (جیسا کہ مفصل طور پر اس امر کو ہم نے تازہ تصنیف کتاب چشمۂ معرفت میں بیان کیا ہے) روح انسانی باریک اور مخفی طور سے نطفہ انسانی میں ہی موجود ہوتی ہے۔ اور وہ بھی نطفہ کے ساتھ ہی آہستگی سے نشو و نما کرتی اور ترقی پاتی پاتی چوتھے مہینے کے انجام اور پانچویں مہینے کی ابتدا میں ایک بیّن تغیّر اور نشو و نما پا کر ظہور پذیر ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ اپنی پاک کلام میں فرماتا ہے۔ ثم انشأناه خلقا آخر۔

یہ درست نہیں جیسا کہ آریہ بتاتے ہیں کہ روح بھی خدا کی طرح ازلی ابدی ہے۔ اس اعتقاد پر اتنے شبہات پڑتے ہیں کہ پھر خدا خدا ہی نہیں رہتا۔ روح ایک لطیف جوہر ہوتا ہے جو مخفی طور سے انسان کی پیدائش کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتا اور نشو و نما پاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک گولر کے پھل کو لو۔ جب وہ کچا ہوگا تو اس میں ایک قسم کے نامکمل حالت میں زندہ جانور پائے جائیں گے۔ مگر جونہی کہ وہ پک کر تیار ہوگا اس میں سے جانور چلتے پھرتے

نظر آویں گے۔ اور یہاں تک کہ پر لگ کر اڑنے بھی لگ جاویں گے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی درختوں کے پھل ہیں جن میں اس قسم کے مشاہدات پائے جاتے ہیں۔

غرض ہمارے پاس تو ہمارے دعوے کا ثبوت ہے۔ ثابتہ سچائی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اصل میں ان پھلوں میں ایک قسم کا مادہ اندر ہی اندر موجود ہوتا ہے جو پھل کے نشوونما کے ساتھ ساتھ نشوونما کرتا اور ترقی پاتا ہے۔

روح حیوانی سوال پھلوں یا ادنیٰ قسم کے جانوروں میں جو چیز پائی جاتی ہے اس کو کس نام سے تعبیر کیا جاوے گا؟

جواب۔ فرمایا۔

روح تین قسم کی ہوتی ہے۔ روح نباتی۔ روح حیوانی۔ روح انسانی۔ ان تینوں کو ہم برابر نہیں مانتے۔ ان میں سے حقیقی زندگی کی وارث اور جامع کمالات صرف انسانی روح ہے۔ باقی حیوانی اور نباتی روح میں بھی ایک قسم کی زندگی ہے۔ مگر وہ انسانی روح کی برابری نہیں کر سکتی۔ نہ ویسے مدارج حاصل کر سکتی ہے۔ نہ کمالات میں انسانی روح کی برابری کر سکتی ہے۔ کچھ تشابہ ہو تو اس باریک بحث میں ہم پڑنا مناسب نہیں سمجھتے ہو سکتا ہے کہ بعض خاص خاص صفات میں یہ روحیں انسانی روح سے مشابہت رکھتی ہوں۔ مگر جس طرح انسان میں اور ان میں ظاہری اختلاف اور فرق ہے اسی طرح اختلاف روحانی بھی پایا جاتا ہے۔ بلکہ یہاں تک بھی مانا گیا ہے۔ کہ بعض نباتات میں بھی ایک قسم کا شعور پایا جاتا ہے۔ ایک بانس کا درخت گھر کی چھت کے نیچے لگایا جاوے۔ مگر جب بڑھتے بڑھتے وہ چھت سے قریب ایک بالشت کے رہ جائے گا تو وہ اپنا رخ بدل لے گا۔ اور دوسری طرف کو بڑھنا شروع کر دے گا۔ ایک اور قسم کی نباتی بوٹی ہے جس کو پنجابی میں چھوئی موئی کہتے ہیں۔ وہ انسان کا ہاتھ لگتے ہی سمٹ کر اکٹھی ہو جاتی ہے یہ باتیں پرانی اچھی اچھی طبیعات کی کتابوں میں لکھی ہیں اور نیز تجربہ سے بھی ثابت ہیں۔ مگر ان کے پیچھے بہت زیادہ نہ پڑنا چاہیئے۔ وہ شعر کیا ہی موزوں ہے کہ ؎

تو کارِ زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

ان کے دقیق در دقیق مباحثات میں پڑ کر ان کی تفصیلات کی جستجو میں وقت ضائع کرنا ٹھیک نہیں۔

سوال۔ آپ نے جو کچھ بیان فرمایا میں نے سمجھ لیا۔ اب یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ حیوانات کو بھی آئندہ عالم میں کوئی بدلہ دیا جاوے گا۔

جواب۔ فرمایا۔

ہاں ہم مانتے ہیں کہ علیٰ قدر مراتب سب کو ان کی تکالیف دنیوی کا بدلہ دیا جاوے گا۔ اور ان کے دکھوں اور تکالیف کی تلافی کی جاوے گی۔

سوال۔ تو پھر اس کا یہ لازمی نتیجہ ہوگا کہ وہ حیوانات جن کو ہم مارتے ہیں ان کو مردہ نہیں بلکہ زندہ یقین کریں۔

جواب۔ فرمایا کہ
ہاں یہ ضروری بات ہے کہ وہ فنا نہیں ہوئے ان کی روح باقی ہے۔ وہ حقیقتاً نہیں مرے بلکہ وہ بھی زندہ ہیں۔

سوال۔ سپریچولزم والوں کی رائے ہے کہ زندگی چاند سے اتری اور عقل مشتری سے۔ اور جسم تسلی زمین سے بنا۔

جواب۔ فرمایا۔

چاند، سورج اور ستاروں کی تاثیرات کے ہم قائل ہیں۔ ان سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ اس وقت بھی ان کی تاثیرات کا اثر بچے پر ہوتا ہے۔ یہ امر شریعت کے خلاف نہیں۔ اسی واسطے ہمیں ان کے ماننے میں انکار نہیں۔ نباتات میں چاند کی روشنی کا اثر بیّن طور سے ظاہر ہے۔ چاند کی روشنی سے پھل موٹے ہوتے ہیں ان میں شیرینی پیدا ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات لوگوں نے اناروں کے چٹخنے کی آواز تک بھی سنی ہے۔ جو چاند کی روشنی کے اثر سے پھوٹتے ہیں۔ اس سے زیادہ جو حصہ پیچیدہ اور ثابت شدہ نہیں۔ اس کے ماننے کے واسطے ہم تیار نہیں۔ قرآن شریف میں صاف بیان کیا گیا ہے کہ چاند سورج اور تمام سیارے انسان کے خادم اور مفید مطلب ہیں اور ان میں انسانی فوائد مرکوز ہیں۔ پس ہم اس بات کے ماننے میں کوئی حرج نہیں پاتے۔ کہ جس طرح نباتات سے ہمیں فائدہ پہنچتا ہے۔ اسی طرح ان تمام سیاروں سے بھی ہم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اب اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ عقل کو مشتری سے تعلق ہے تو اس کے ماننے کے واسطے بھی ہم تیار ہیں۔

(الحکم ۲ مئی ۱۹۰۸ء)

"چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر، اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خودنمائی سے ان کی تذلیل، اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے ان پر تکبر ہلاکت کی راہوں سے ڈرتے رہو۔"

(کشتی نوح ص۲۴)

مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر ربوہ

شُکر از روئے قرآن کریم

(۱)

قرآن مجید میں شُکر اپنے مختلف صیغوں کے ساتھ ۷۵ مرتبہ مذکور ہُوا ہے۔ شُکر ایک ایسا وصف اور اعلےٰ خُلق ہے۔ جو انسان کو اخلاقی لحاظ سے اعلیٰ مرتبہ عنایت کرتا ہے۔ اور اس خوبی کا حامل انسان اطمینان اور سکون کی زندگی گزارتا ہے۔ عربی زبان میں لفظ شَکَرَ کے معنے ہیں۔ سلوک پر شکریہ ادا کیا۔ احسان پر تعریف کرنا اور کسی نعمت کا اظہار کرنا۔ چنانچہ دابۃ شکور کے معنے ہیں موٹا تازہ جانور جو اپنے مالک کے احسان کو موٹا ہونے سے ظاہر کرے۔ عین شکری پانی سے بھرا ہُوا چشمہ۔ نَاقَۃٌ شَکِرَۃٌ دودھ سے بھرے ہوئے تھنوں کی اونٹنی۔ شکرت الشجر۔ درخت بہت شاخ دار ہُوا۔ اور شکور کے معنے تھوڑے عمل پر بہت احسان کرنے والا اور شاکر کے معنی احسان کا اعتراف کرنے والے کے ہیں۔

اس کے بالمقابل عربی زبان میں لفظ کفر ہے۔ یعنی نعمت و احسان کا بھولنا اور اس کا اظہار نہ کرنا چنانچہ قرآن کریم میں بھی لفظ شکر اور کفر ایک ہی آیت میں آتے ہیں جس سے ان معنوں کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ وَاشْکُرُوا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ۔ تم میری نعمتوں کی قدر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

قرآنی اصطلاح میں شکر سے مراد یہ ہے کہ کسی کی نیکی اور احسان پر دل۔ زبان اور عمل سے پورا پورا اجر اور بدلہ دیا جائے۔ اور بقدر استحقاق احسان کا بدلہ ادا کرنا اور حصول نعمت کے اسباب سے فائدہ اٹھایا جائے امام ابن فارس نے اس قرآنی حکم کے معنے یوں کئے ہیں کہ اس لفظ کے بنیادی معنے تھوڑی چیز پر اکتفا کرنا ہے۔ اور اپنے آپ کو ہر قسم کے تکلّف اور اسراف سے بچانا ہے۔

علامہ راغب نے قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں شکر کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ شکر القلب۔ دل کا شکر یعنی دل میں احسان کا تصور کرنا۔

۲۔ شکر اللسان۔ زبان کا شکر یعنی زبان سے اپنے محسن کی تعریف کرنی اور اس کا ذکر خیر کرنا۔

۳۔ جوارح اور اعضاء کا شکر یعنی اعضاء جسمانی کو صحیح اور جائز رنگ میں استعمال کرنا۔

(۳)

قرآن مجید میں شکر کرنے کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ شکر جہاں خدا تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ وہاں اس کے بندوں کا بھی شکر کرنا واجب اور مستحسن قرار دیا گیا ہے فرمایا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ
(سورہ بقرہ آیت ۱۷۲)

اے مومنو! جو ہم نے تم کو پاکیزہ چیزیں بطور رزق کے دی ہیں انہیں کھاؤ اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

خدا تعالیٰ نے بڑے ہی لطیف اسلوب میں اپنی نعماء کا ذکر کر کے شکر جیسے وصف کی تلقین فرمائی ہے۔ فرمایا۔

وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (نحل)

اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے باہر نکالا۔ جبکہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں بعض انسانی اعضاء کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس کا مقصد بھی یہ ہے کہ انسان اپنی ذہنی اور فکری صلاحیتوں کو خدمتِ خلق کے لئے صرف کر دے۔ تاکہ معاشرہ میں محبت اور اخوت سے خوشگوار حالات پیدا ہوں اور ماحول میں امن اور راحت کی فضا ہو اور اس میں اس امر کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ حصول نعمت کے اسباب سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔

خدا تعالیٰ نے اس عظیم خُلق کے متعلق فرمایا کہ بہت سے لوگ اس وصف سے کوتاہی کرتے ہیں۔ فرمایا۔

وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ (سباء ۱۴)

میرے بندوں میں سے بہت کم شکر گزار ہوتے ہیں بلکہ بطور زجر اور وعید کے فرمایا کہ ناشکر گزاری کرنے والے شیطانی خصلت کے حامل ہوتے ہیں۔

وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا (بنی اسرائیل ۲۸)

شیطان تو اپنے رب کا بہت ہی ناشکر گزار ہے۔

خدا تعالیٰ نے اپنے بعض انبیاء کو خُلقِ شکر کا حامل بتا کر شکر کی تلقین فرمائی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهِ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (نحل ۱۲۲)

ابراہیم خدا تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرنے والا تھا۔ اس کے رب نے اسے چن لیا تھا۔ اور اسکی اپنے سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کی تھی۔

خدا تعالیٰ نے شکر گزاری کی اہمیت اور افادیت بیان کرتے ہوئے اسے عین حکمت اور کمال دانائی میں شمار کیا ہے۔ فرمایا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (لقمان ۱۲)

یقیناً ہم نے لقمان کو دانائی عطا کی تھی۔ اور وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر اور جو شکر ادا کرتا ہے وہ اپنے نفس کے فائدے کے لئے ہی شکر ادا کرتا ہے۔ اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور قابل تعریف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شکر کے وصف کا ایک فائدہ یہ بھی فرمایا ہے کہ اس سے غیر معمولی برکت حاصل ہوتی ہے۔ اور میں شکر کرنے والے کو زیادہ دیتا ہوں۔ فرمایا۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ

یعنی تیرے رب نے اس امر کا اعلان عام کر دیا ہے۔ کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں یقیناً تم کو زیادہ ہی دوں گا۔ اور اس کے بالمقابل اگر تم ناشکری کرو گے تو میری سزا بھی سخت ہے۔

شکر کی دوسری قسم اپنے ماحول میں رہنے والوں کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ انسانی زندگی ایک دوسرے کی محتاج ہے اور ہر فرد کو معاشرہ میں وقتاً فوقتاً مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآنی ارشاد ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

نیکی اور تقوےٰ کی بنا پر ایک دوسرے سے تعاون کرو۔

یا ہمی تعاون ایک ایسی اعلےٰ درجہ کی خوبی اور نیکی ہے۔ جس سے معاشرہ کی کئی قسم کی کمزوریاں اور پریشانیاں دور ہوتی ہیں۔ اگر ایک صاحب ثروت و حیثیت شخص کسی اپنے مفلوک الحال دوست یا عزیز کی مدد کر دے تو یہ ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ ایسے شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنے اس محسن کی نیکی اور تعاون پر شکریہ ادا کرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی موقعہ کے متعلق فرمایا ہے۔

مَنْ لَّا يَشْكُرُ النَّاسَ لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ (ترمذی)

جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر ادا نہیں کرتا۔

(۳)

خدا تعالیٰ نے حکماً ارشاد فرمایا ہے۔ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ تو اپنے خدا کی نعمت کا ذکر کر تحدیث نعمت سے انسان کو غیر معمولی سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور انسان اپنی اصل حقیقت کو بھولتا نہیں ہے اس سے انسان کئی قسم کے گناہوں سے بچ جاتا ہے اور اس میں اسراف نہیں ہوتا۔ بلکہ قناعت اور کفایت شعاری اس کی عادت راسخہ ہو جاتی ہے۔ اور ایسا شخص زندگی کے مدوجزر میں اپنی کشتی کو کامیابی سے ساحل مراد تک پہنچاتا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں اس کو ہر قسم کی خوشی اور مسرت حاصل ہوتی ہے۔ شکر سے انسان کے اندر حلم۔ انکساری۔ صبر۔ قناعت۔ انصاف۔ صلہ رحمی جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ سے رابطہ وثیقہ ہوتا ہے۔ اور ایسا شخص معاشرہ میں احترام اور وقار کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور کئی بدعادات سے انسان بچ جاتا ہے۔ شکر در اصل ذکر الٰہی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جملہ دعائیں در اصل شکر کے جذبہ کو لئے ہوئے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام والہانہ انداز میں فرماتے ہیں ؎

کیونکر ہو شکر تیرا تیرا ہے جو ہے میرا
تُو نے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا

الغرض شکر ایک ایسا عظیم خُلق ہے جو اسلامی معاشرہ میں اخلاقی بحران کا علاج ہے۔ اور جس میں انفرادی اور اجتماعی فوائد مضمر ہیں۔ اور کئی قباحتوں کا تریاق ہے۔

تجاویز برائے شوریٰ انصار اللہ

انصار اللہ کا مرکزی سالانہ اجتماع مورخہ ۲۸-۲۹-۳۰/ اخاء/ اکتوبر کو ربوہ میں منعقد ہو رہا ہے۔ اس اجتماع کے موقعہ پر مجلس شوریٰ بھی منعقد ہوگی۔ شوریٰ کے لئے ایجنڈا زیر ترتیب ہے جو مجالس ایجنڈا کے لئے کوئی تجویز/ تجاویز بھجوانا چاہتی ہوں۔ ان سے درخواست ہے کہ وہ حسب قواعد جلد مرکز میں بھجوادیں۔ مرکز میں تجاویز بھجوانے کی آخری تاریخ ۲۰ر تبوک/ ستمبر مقرر ہے۔

(قائد عمومی انصار اللہ مرکزیہ)

شہید

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"عام لوگوں نے شہید کے معنی صرف یہ سمجھ رکھے ہیں۔ کہ جو شخص لڑائی میں مارا گیا یا دریا میں ڈوب گیا یا وباء میں مرگیا وغیرہ۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اسی پر اکتفا کرنا اور اسی حد تک اس کو محدود رکھنا مومن کی شان سے بعید ہے۔ شہید اصل میں وہ شخص ہوتا ہے جو خدا تعالےٰ سے استقامت اور سکینت کی قوت پاتا ہے اور کوئی زلزلہ اور حادثہ اس کو متغیر نہیں کر سکتا۔ وہ مصیبتوں اور مشکلات میں سینہ سپر رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر محض خدا تعالےٰ کے لئے اس کو جان بھی دینی پڑے تو فوق العادت استقلال اس کو ملتا ہے۔ اور وہ بدوں کسی قسم کے رنج یا حسرت محسوس کئے اپنا سر رکھ دیتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ بار بار مجھے زندگی ملے۔ اور بار بار اس کو اللہ کی راہ میں دوں۔ ایک ایسی لذت اور سرور اس کی روح میں ہوتا ہے کہ ہر تلوار جو اس کے بدن پر پڑتی ہے۔ اور ہر ضرب جو اس کو پیس ڈالے اس کو پہنچتی ہے۔ وہ اس کو ایک نئی زندگی، نئی مسرت اور تازگی عطا کرتی ہے۔ یہ ہیں شہید کے معنی۔

پھر یہ لفظ شہد سے نکلا ہے۔ عباداتِ شاقہ جو لوگ برداشت کرتے ہیں۔ اور خدا کی راہ میں ہر ایک تلخی اور کدورت کو جھیلتے ہیں اور جھیلنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ شہد کی طرح ایک شیرینی اور حلاوت پاتے ہیں۔ اور جیسے شہد فیہ شفاءٌ للناس کا مصداق ہے۔ یہ لوگ بھی ایک تریاق ہوتے ہیں ان کی صحبت میں آنے والے بہت سے امراض سے نجات پا جاتے ہیں۔

پھر شہید اس درجہ اور مقام کا نام بھی ہے۔ جہاں انسان اپنے ہر کام میں اللہ تعالےٰ کو دیکھتا ہے یا کم از کم خدا کو دیکھتا ہوا یقین کرتا ہے۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اوّل ص۴۱۵ و ص۴۱۶)

۲۔ میرے نزدیک شہید کی حقیقت قطع نظر اس کے کہ اس کا جسم کاٹا جائے کچھ اور بھی ہے اور وہ ایک کیفیت ہے جس کا تعلق دل سے ہے ...... اللہ تعالےٰ اسے ایسی قوت عطا کرتا ہے کہ جو عمدہ اعمال ہیں اور جو عمدہ اخلاق ہیں وہ کامل طور پر اور اپنے اصلی رنگ میں اس سے صادر ہوتے ہیں اور بلا تکلف صادر ہوتے ہیں۔ کوئی خوف اور رجاء ان اعمال صالحہ کے صدور کا باعث نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ وہ اس کی فطرت

اور طبیعت کا جزو ہو جاتے ہیں تکلف اس کی طبیعت میں نہیں رہتا .... جب انسان خدا تعالیٰ سے قوت پا کر اس مقام شہید تک پہنچتا ہے تو اس کو ایسی طاقت اور استقامت دی جاتی ہے کہ اسے ان اعمال میں کوئی تکلیف محسوس ہی نہیں ہوتی۔ گویا وہ ان اعمال پر سوار ہوتا ہے اور صوم۔ صلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ ہمدردی بنی نوع۔ مروت۔ فتوت۔ غرض تمام اعمال صالحہ اور اخلاقِ فاضلہ کا صدور قوتِ ایمانی سے ہوتا ہے۔ کوئی مصیبت۔ دکھ اور تکلیف خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھانے سے اسے روک نہیں سکتی۔ شہید اسی وقت کسی شخص کو کہیں گے جب اس کی قوتِ ایمانی اس سے یہ فعل دکھائے کہ آرام سے ان افعال کا صدور رہو۔ جیسے پانی اوپر سے نیچے کو گرتا ہے۔ اسی طرح پر شہید سے اعمال صالحہ کا صدور ہوتا ہے۔ شہید اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور اس کی طاقتوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ جب یہ مقام کامل درجہ پر پہنچے تو یہ ایک نشان ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل ص۳۸۳ تا ص۳۸۵)

ہفتہ تربیت و اصلاح و ارشاد

تمام زعماء / زعماء اعلیٰ / ناظمین اضلاع مجالس انصار اللہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ حسب سابق امسال بھی ہفتہ تربیت و اصلاح و ارشاد مشترکہ طور پر منایا جائے گا۔ اس غرض کے لئے ۲۴ تبوک / ستمبر تا ۲۹ ستمبر / تبوک کی تاریخیں مقرر کی گئی ہیں۔ پہلے تین دن قیادت تربیت کے مقرر کردہ حسب ذیل مضامین پر تقاریر کی جائیں۔

(۱) سچی گواہی (۲) جھوٹی افواہیں (۳) بدظنی - بعد ازاں اصلاح و ارشاد سے متعلق مندرجہ ذیل مضامین پر تقاریر کی جائیں۔

۴۔ قدرتِ ثانیہ اور اس کا ظہور

۵۔ قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کے ثبوت۔

۶۔ حضرت امام مہدی کی علامات اور اس کا مصداق۔

براہ مہربانی ان مضامین پر روزانہ تقاریر کا انتظام فرمائیں۔ انصار اللہ کے علاوہ دوسرے احمدی احباب اور خواتین کو بھی تحریک فرما دیں کہ وہ اجلاسوں میں شامل ہو کر تقاریر سے فائدہ اٹھائیں۔ ہفتہ تربیت منانے کے بعد مرکز کو رپورٹ بھجوائیں۔ (قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

از جناب شیخ عبدالقادر صاحب

رُوح کیا ہے؟

فلاسفروں نے موت وحیات کا طول وعرض بتایا تو صرف اتنا سے

زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترتیب

موت کیا ہے انہی اجزاء کا پریشاں ہونا

لیکن حقیقت کچھ اور ہے۔ زندگی روح سے عبارت ہے۔ روح کہاں سے آتی ہے جسم مرتا ہے۔ روح نہیں مرتی اسے بقا حاصل ہے تو کیوں؟ اس نوع کے بہت سے سوال ہیں جو کہ پیدا ہوتے ہیں۔ رُوح کے اسرار سے پردہ اٹھائے تو کون؟ وہی جس نے جسم وجان کو تارِ نفس میں پرو دیا۔ اس نے بتایا کہ جب عالم مثال میں انسان کا طینی خمیر تیار ہوا تو اس میں ہم نے اپنی روح پھونک دی گویا انسان کے خلیہ حیات میں روح موجود ہے۔ جب خلیہ نشو ونما پاتا ہے تو ایک لمحہ ایسا آتا ہے کہ روح خواب سے بیدار ہو کر اٹھتی ہے اور جسم وجان کے امتزاج سے ایک زندہ حقیقت بن جاتی ہے۔ پھر جسم مر جاتا ہے روح نہیں مرتی۔ مرنے کے بعد روح کو ایک نیا جسم ملتا ہے۔ اس پر اعمال کے وہ سارے نقوش مرتسم ہوتے ہیں۔ جو کہ دارالعمل میں انسان سے صادر ہوئے۔ انہی پر جزا وسزا کا مدار ہے۔ حیوان کی روح کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے لئے جزا سزا نہیں۔ قرآن حکیم میں انسان کے لئے اللہ تعالےٰ کی خاص روح پھونکنے کا ذکر ہے۔ اس لئے روح انسانی کو بقا دی جاتی ہے۔ تاکہ وہ جزا سزا سے انسان کو گزار کر الوہیت کے بحرِ ناپیدا کنار میں گُم ہو جائے۔ آپ نے دیکھا فلسفی کے نظریہ سے قرآنی نظریہ بہت کچھ مختلف ہے۔

روح کہاں سے آتی ہے؟ عام خیال ہے کہ اللہ میاں کے پاس روحوں کا ذخیرہ ہے۔ فرشتے خزانے کا منہ کھول دیتے ہیں۔ روحیں مادر رحم میں آسمان سے گرتی ہیں اور مہینے سے پہلے بچے کے بدن میں داخل ہو کر اسے زندگی سے ہمکنار کر دیتی ہیں۔ حقیقت یوں نہیں۔ روح خلیہ حیات میں اسی طرح موجود ہوتی ہے جیسے چقماق میں آگ۔ جیسے گلاب کے ننھے سے بیج میں خوشبو۔ اسی طرح روح کہیں باہر سے نہیں آتی۔ یہ لطیف جوہر اندر سے پھوٹتا ہے۔ انسان کے خلیہ حیات یا اس کے جھنیز میں اللہ تعالےٰ نے روح پھونک دی ہے۔ یہی پھونکی ہوئی روح جسم کی نشوونما کے ساتھ مراتب سبعہ کے بعد ایک حقیقت ثابتہ بن کر اُبھر آتی ہے۔ روح کس جوہر سے بنی

ہے۔ آئیے قرآن حکیم کھولتے ہیں۔ اوّل سورہ بنی اسرائیل میں روح کی حقیقت بیان ہوئی ہے۔ آیہ مبارکہ کا مفہوم

یہ ہے۔

کفار تجھ سے پوچھتے ہیں کہ روح کیا ہے اور کس چیز سے کیونکر پیدا ہوئی ہے۔ ان کو کہہ دے کہ روح میرے رب کے امر میں سے ہے۔ اے کافرو! تم کو علم روح اور علم اسرار الٰہی نہیں دیا گیا مگر تھوڑا سا گویا روح امر ربّی ہے یعنی عالم امر میں سے ہے۔ اور تم اسے کافرو کیا جانو کہ روح کیا چیز ہے؟ کیونکہ علم روح حاصل کرنے کے لئے ایماندار اور عارف باللہ ہونا ضروری ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

۱۔ ربوبیت الٰہی دو طور سے ناپید چیزوں کو پیدا کرتی ہے اور ان دونوں طور کے پیدا کرنے میں پیدا شدہ چیزوں کے الگ الگ نام رکھے جاتے ہیں۔ جب خدا تعالیٰ کسی چیز کو اس طور سے پیدا کرے کہ پہلے اس چیز کا کچھ بھی وجود نہ ہو تو ایسے پیدا کرنے کا نام اصطلاح قرآنی میں امر ہے اور اگر ایسے طور سے کسی چیز کو پیدا کرے کہ پہلے وہ چیز کسی اور صورت میں اپنا وجود رکھتی ہو تو اس طرز پیدائش کا نام خلق ہے۔ فرمایا اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔

۲۔ روح ایک لطیف نور ہے جو اس جسم کے اندر سے ہی پیدا ہو جاتا ہے جو رحم میں پرورش پاتا ہے پیدا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اوّل مخفی اور غیر محسوس ہوتا ہے۔ پھر نمایاں ہو جاتا ہے۔ ابتداءً اس کا خمیر نطفہ میں موجود ہوتا ہے۔۔۔۔ نطفے کا وہ ایک روشن اور نورانی جوہر ہے۔ وہ ایسا مخفی ہوتا ہے جیسا کہ آگ پتھر کے اندر ہوتی ہے۔

۳۔ فرماتا ہے ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ یعنی جب قالب تیار ہو جاتا ہے تو اس تیاری کے بعد اسی قالب میں سے ہم ایک نئی پیدائش کر دیتے ہیں یعنی روح (ہویدا ہوتی ہے)

۴۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باہر سے کوئی چیز نہیں آتی۔ بلکہ چھ تغیرات کے بعد ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ کا وقت آتا ہے۔

۵۔ روح تین قسم کی ہوتی ہے۔ روح نباتی۔ روح حیوانی۔ روح انسانی۔ ان تینوں کو ہم برابر نہیں مانتے ان میں سے حقیقی زندگی کی وارث اور جامع کمالات صرف انسانی روح ہے۔

یہ پانچ اقتباس ہیں جن سے قرآنی فلسفہ واضح اور روشن ہو جاتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ روح خود بخود اندر سے پھوٹتی ہے خارج سے اس کا کوئی تعلق نہیں انسان کے خمیر میں روح خداوندی پھونکی گئی تو نطفہ میں اس کی جلوہ سامانیاں ایک نقطہ کی صورت میں بند ہو جاتی ہیں۔

رحم میں مراتب ستہ گزرنے کے بعد ایک نئی پیدائش کی صورت میں یہی خوابیدہ روح جاگ اٹھتی ہے۔ یہ ہے اصل فلسفہ قرآنیہ۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ قبور کے ساتھ ارواح کا کیا تعلق ہے؟ اہل قبور کو ہم السلام علیکم کہتے ہیں۔ کیا وہ ہمارا سلام سنتے ہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

ا۔ "قبور کے ساتھ جو تعلق ارواح کا ہوتا ہے۔ یہ ایک صداقت تو ہے مگر اس کا پتہ دینا اس آنکھ کا کام نہیں یہ کشفی آنکھ کا کام ہے ... اگر محض عقل سے اس کا پتہ لگانا چاہو تو کوئی عقل کا پتلا اتنا ہی بتلائے کہ روح کا وجود ہے بھی یا نہیں؟ ہزار اختلاف اس مسئلہ پر موجود ہے۔ اور ہزارہا فلاسفر دہریہ مزاج موجود ہیں جو منکر ہیں۔ ... فلاسفر تو روح کو ایک سبز لکڑی کی طرح مانتے ہیں۔ اور روح فی الخارج ان کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں۔ یہ تفاسیر روح کے وجود اور اس کے تعلق وغیرہ کی چشمہ نبوت سے ملی ہیں۔ تری عقل والے تو دعوے ہی نہیں کر سکتے ... روح کے متعلق علوم چشمہ نبوت سے ملتے ہیں تو یہ امر کہ ارواح کا قبور کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اسی چشم سے دیکھنا چاہیئے اور کشفی آنکھ نے بتلایا ہے کہ اس تودہ خاک سے روح کا ایک تعلق ہوتا ہے۔ اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ کہنے سے جواب ملتا ہے۔ پس جو آدمی ان قویٰ سے کام لے جن سے کشف قبور ہو سکتا ہے ۔۔۔ وہ ان تعلقات کو دیکھ سکتا ہے۔

ب۔ بعض اوقات صاحب کشف عالم کشف میں جو بیداری سے نہایت مشابہ ہے ارواح گزشتہ سے ملاقات کرتا ہے۔ یہ ملاقات کشف قبور کے طور پر ہو سکتی ہے۔

ج۔ قرآن شریف روحوں کو ازلی ابدی نہیں ٹھہراتا۔ ان کو مخلوق بھی مانتا ہے اور فانی بھی۔

لمحہ فکریہ :۔ مقام غور ہے کہ انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے انسان کو جسم کی پرورش کا اتنا خیال ہے کہ جہد للبقاء میں ہر آدمی ہلکان ہو رہا ہے اس کے پاس ایک لطیف نور ہے جس کا نام روح ہے اس کی غذا ذکر الٰہی ہے وہ خدا کے ذکر سے اطمینان پکڑتی ہے۔ اعمال صالحہ سے نشو ونما پاتی ہے۔ کیا انسان نے اپنی روح کا بھی حق ادا کیا ہے؟ لمحہ فکریہ ہے۔

قرآن عظیم میں ارشاد خداوندی ہے۔

خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دیتا ہے جو ایمان لائے ہوں اور ان کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہوں۔ سن لو کہ اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک (اور مناسب حال) عمل کئے ہیں۔ ان کے لئے قابل رشک حالت اور بہترین واپسی کی جگہ مقدر ہے۔" (الرعد ۲۹-۳۰)

انصار اللہ کا بیسواں مرکزی سالانہ اجتماع

زعماء/زعماء اعلیٰ کی خدمت میں ضروری گزارشات

(مکرم شبیر احمد صاحب قائد عمومی مجلس انصار اللہ)

قبل ازیں اعلان کیا جا چکا ہے کہ امسال مجلس انصار اللہ کا بیسواں مرکزی سالانہ اجتماع انشاء اللہ العزیز ۲۸-۲۹-۳۰ اکتوبر/اخاء ۱۳۵۶ہش ۱۹۷۷ء بروز جمعہ ہفتہ-اتوار ربوہ میں منعقد ہوگا۔ یہ اجتماع خدا کے فضل سے غیر معمولی برکات کا حامل ہوتا ہے۔ خاص طور پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات اور قلوب میں اثر پیدا کرنے والی نصائح سننے کا موقعہ ملتا ہے، حاضرین بزرگان سلسلہ اور اہل علم اصحاب کی پُر مغز تقاریر سے بھی مستفید ہوتے ہیں۔ رقت سے پُر دعاؤں اور انابت الی اللہ کے جو مواقع اجتماع میں ملتے ہیں ان کی لذت شامل ہونے والے احباب ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ دلوں میں ایک خاص قسم کی طمانیت اور سکون پیدا ہوتا ہے۔ امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیارت اور دوستوں سے ملاقات ان امور کے علاوہ ہے۔

آپ از راہ کرم ابھی سے اس اجتماع میں شمولیت کے لئے انصار کو پُر زور تحریک فرمائیں۔ دستور اساسی انصار اللہ کے مطابق ناظمین اعلیٰ/ناظمین اضلاع نیز زعماء اعلیٰ/زعماء کی اس مرکزی اجتماع میں حاضری لازمی ہے سوائے اس کے کہ وہ صدر مجلس سے قبل از وقت رخصت حاصل کر لیں۔ مندرجہ ذیل امور کی طرف بھی از راہ کرم فوری توجہ فرمائیں۔

۱۔ شوریٰ انصار اللہ کے لئے اگر آپ اپنی مجلس کی طرف سے کوئی تجویز بھجوانا چاہتے ہوں۔ تو مجلس عاملہ کی منظوری کے بعد لکھ کر (معیّن الفاظ میں) ۲۰ ستمبر/تبوک تک دفتر مرکزیہ میں بھجوا دیں۔ اسکے بعد آنیوالی تجاویز پر غور نہ ہوگا

۲۔ اپنی مجلس کی طرف سے نمائندگان شوریٰ کا انتخاب کروا کر ان کے اسماء سے مرکز کو مطلع فرمائیں۔ قواعد کے مطابق بیس اراکین یا اس کی کسر پر ایک نمائندہ منتخب ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ بلحاظ صحابی ہونے اور ناظمین اعلیٰ ناظمین اضلاع اور زعماء/زعماء اعلیٰ اپنے عہدہ کے لحاظ سے شوریٰ کے ممبر ہونگے۔ نمائندگان کی اطلاع مرکز میں بھجوانے کی آخری تاریخ ۱۵ اخاء/اکتوبر مقرر کی گئی ہے۔ اس وقت تک آپ کی طرف سے اطلاع آجانی چاہیئے۔

۳۔ چندہ سالانہ اجتماع ماہوار آمد کا ½ فیصد بشرطیکہ ۳ روپے سے کم نہ ہو۔ جملہ اراکین سے وصول کر کے جلد بھجوا دیا جائے تاکہ انتظامات حسن طریق پر سرانجام دیئے جاسکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور آپ کو بیش از بیش خدمت دین کی توفیق بخشے۔ آمین

تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں چندہ دینے والے اصحاب

(قسط نمبر ۱۱)

مبلغ ۳۰۰ روپے یا اس سے زائد رقم تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں ادا کرنے والے مخلص حضرات کی قسط نمبر ۱۱ درج ذیل ہے گیسٹ ہاؤس کی عمارت پر نصب ہونے والی سنگ مرمر کی یادگار تختی پر ایسے تمام حضرات کے اسماء گرامی کندہ کروائے جارہے ہیں جو احباب اپنے یا اپنے والدین یا فوت شدہ عزیز و اقارب کے نام اس یادگار تختی پر محفوظ کرانا چاہتے ہوں۔ ان کے لئے ابھی موقعہ ہے کہ مبلغ ۳۰۰ روپے یا اس سے زائد رقم ادا کرکے اس کار خیر میں شامل ہوں اور آنے والی نسلوں کے لئے یادگار چھوڑ جائیں۔

۱۔ مکرم ملک عطا محمد صاحب جلکے چیمہ منجانب ملک انور احمد صاحب (پسر) راولپنڈی ...۔۳۰۰ روپے
۲۔ " حکیم فضل الرحمٰن خان صاحب مرحوم سابق مبلغ افریقہ منجانب لطف المنان خان صاحب (پسر) لاہور ...۔۴۰۰ "
۳۔ " حافظ غلام علی صاحب مرحوم دمقصود رسولہ ضلع جہلم منجانب پسر مرزا محمد حسین صاحب سوسائٹی کراچی ...۔۳۰۰ "
۴ حضرت مولانا ابو العطاء صاحب خالد احمدیت منجانب مولوی عطاء المجیب صاحب راشد (پسر) مبلغ جاپان ...۔۳۰۰ "

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان حضرات کی اس قربانی کو شرف قبولیت سے نوازے۔ اور انکے اموال و نفوس میں برکت ڈالے آمین

(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

۱۹۷۷ء کا بجٹ سو فیصد ادا کرنے والی مجالس انصار اللہ

(قسط نمبر ۵)

۱۹۷۷ء کا بجٹ سو فیصد ادا کرنے والی مجالس انصار اللہ کی قسط نمبر ۵ شائع کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مجالس کے عہدہ داران اور اراکین پر اپنا فضل نازل فرمائے اور اموال و نفوس میں برکت ڈالے۔ آمین

مجلس	ضلع	مجلس	ضلع
سیالکوٹ شہر	سیالکوٹ	محمود آباد	تھرپارکر
چونڈہ	"	چک ۱۵۱	"
بھاڈے والا	"	فضل آباد	"
ٹھنڈپور کھرولیاں	"	چک ۹ پنیار	سرگودھا
چک ۱۲۱ ج ب حسن پور	لائل پور	خوشاب	"
سیداپور	شیخوپورہ	چوکنانوالی	گجرات
سرائے سدھو	ملتان	گکھڑ	

(قائد مال)

وممّا رزقنٰہم ینفقون

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

''عام لوگ رزق سے مراد اشیائے خوردنی لیتے ہیں - یہ غلط ہے - جو کچھ قویٰ کو دیا جائے وہ بھی رزق ہے - علوم و فنون وغیرہ - معارف حقائق عطاء ہوتے ہیں جسمانی طور پر معاش مال میں فراخی ہو - سب رزق ہے -

رزق میں حکومت بھی شامل ہے اور اخلاق فاضلہ بھی رزق ہی میں داخل ہیں - یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں - یعنی روٹی میں سے روٹی دیتے - علم میں سے علم اور اخلاق میں سے اخلاق - علم کا دینا تو ظاہر ہی ہے یہ یاد رکھو کہ وہی بخیل نہیں ہے جو اپنے مال میں سے کسی مستحق کو کچھ نہیں دیتا بلکہ وہ بھی بخیل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہو اور وہ دوسروں کو سکھانے میں مضائقہ کرے - محض اس خیال سے اپنے علوم و فنون سے کسی کو واقف نہ کرنا کہ اگر وہ سیکھ جاویگا تو ہماری بے قدری ہو جائیگی یا آمدنی میں فرق آجائیگا - شرک ہے کیونکہ اس صورت میں وہ علم یا فن کو ہی اپنا رازق اور خدا سمجھتا ہے - اسی طرح جو اپنے اخلاق سے کام نہیں لیتا وہ بھی بخیل ہے - اخلاق کا دینا یہی ہوتا ہے کہ جو اخلاق فاضلہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے دے رکھے ہیں اسکی مخلوق سے ان اخلاق سے پیش آئے وہ لوگ اس کے نمونہ کو دیکھ کر خود بھی اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرینگے - اخلاق سے اسقدر ہی مراد نہیں ہے کہ زبان کی نرمی اور الفاظ کی نرمی سے کام لے - نہیں - بلکہ شجاعت - مروت - عفت جس قدر قوتیں انسان کو دی گئی ہیں - در اصل سب اخلاق قوتیں ہیں ان کا برمحل استعمال کرنا ہی ان کو اخلاقی حالت میں لے آتا ہے ایک موقعہ مناسب پر غضب کا استعمال بھی اخلاقی رنگ اختیار کر لیتا ہے ''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۵ ، ۳۶)